ISSN 2523-11 11

مجلة المحصنات

علمی وتحقیقی رسالہ

شمارہ ۵
دسمبر ۲۰۱۹ء

شعبہ تحقیق
جامعات المحصنات پاکستان

بسم الله الرحمن الرحيم

ISSN 2523-1111

مجلة المحصنات

علمی و تحقیقی مجلّہ

(اردو۔انگریزی۔عربی)

شمارہ: 5

جولائی تا دسمبر 2019ء

مدیرہ

ڈاکٹر عابدہ سلطانہ

نگراں شعبہ تحقیق

جامعات المحصنات پاکستان

شعبہ تحقیق ۔ جامعات المحصنات پاکستان

مرکزی دفتر جامعات المحصنات: R-8 بلاک 8 عقب گلشن شمیم فیڈرل بی ایریا کراچی

فون: 0331-3340957 | 021-36320794 | 021-363711244

ویب: www.mohsanat.edu.pk | ای میل: almohsanatresearch@gmail.com

https//www.facebook.com//mohsanat1

مجلس ادارت ومشاورت

- مدیرہ: ڈاکٹر عابدہ سلطانہ
- معاون مدیرہ: شائستہ فخری

ادارتی بورڈ:

- ڈاکٹر سہیل شفیق — ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اسلامی تاریخ جامعہ کراچی
- ڈاکٹر جہاں آراء لطفی — اسسٹنٹ پروفیسر شیخ زید اسلامک سینٹر کراچی
- ڈاکٹر مولانا ساجد جمیل — شیخ الحدیث-سابق استاد جامعات المحصنات
- ڈاکٹر اسماء قیصر — اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ سیاسیات، اردو یونیورسٹی

بین الاقوامی مشاورتی بورڈ:

- ڈاکٹر انور اللہ — اسلامک دعوۃ سینٹر برونائی دارلسلام
- ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی — ہیڈ آف عربی ڈیپارٹمنٹ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی انڈیا
- ڈاکٹر مناظر احسن — اسلامک فاؤنڈیشن انگلینڈ
- ڈاکٹر عبدالودود — چیئرمین ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک لرننگ، جاگ ناتھ یونیورسٹی ڈھاکہ
- ڈاکٹر سید کفیل احمد قاسمی — چیئرمین شعبہ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی انڈیا
- ڈاکٹر پرویز ناظر — یونیورسٹی آف کیمبرج انگلینڈ
- ڈاکٹر توقیر فلاحی — چیئرمین ڈیپارٹمنٹ آف سنّی تھیالوجی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی انڈیا
- ڈاکٹر یٰسین مظہر — ڈائریکٹر شاہ ولی اللہ ریسرچ انسٹیٹیوٹ انڈیا

قومی مشاورتی بورڈ:

- ڈاکٹر دوست محمد — ڈائریکٹر شیخ زید اسلامک سینٹر پشاور
- ڈاکٹر حسام الدین منصوری — سابق ڈین فیکلٹی آف اسلامک لرننگ کراچی یونیورسٹی
- ڈاکٹر عصمت اللہ — چیئرمین شعبہ فقہ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی
- ڈاکٹر غزالہ رضوانی — ڈائریکٹر فیکلٹی آف فارمیسی ہمدرد یونیورسٹی کراچی
- ڈاکٹر معروف بن رؤف — اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ تعلیم کراچی یونیورسٹی
- ارشد احمد بیگ — ڈائریکٹر آرگنائزیشنل ڈیولپمنٹ اینڈ سپورٹ رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی
- پروفیسر ثریا قمر — چیئرپرسن شعبہ اسلامک اسٹڈیز جناح یونیورسٹی برائے خواتین کراچی
- شاہنواز فاروقی — اسکالر، کالم نگار

مضامین کی اشاعت سے متعلق گزارشات

- مجلۃ المحصنات میں اسلامی ادب وعلوم، تاریخ وتہذیب، تقابل ادیان، فلسفہ، سماجی علوم، سیاسیات ومعاشرت وغیرہ سے متعلق موضوعات پر اردو۔عربی اور انگریزی میں علمی وتحقیقی غیر مطبوعہ مقالات شائع کیے جاتے ہیں۔
- مضمون نگار اپنی تحریر کے دو نسخے A4 سائز کے کاغذ پر صفحہ کے ایک جانب اردو اور عربی کے مضامین ان پیج پر اور انگریزی کے مضامین ایم ایس ورڈ پر کمپوز کر کے ارسال کریں گے۔ جبکہ ایک نسخہ بذریعہ ای میل بھیجیں۔
- اپنے مضامین درج ذیل ای میل ایڈریس پر فراہم کریں۔

almohsanatresearch@gmail.com

- تحریر ارسال کرتے ہوئے اپنا مکمل نام، خط وکتابت کا پتہ، فون نمبر، ای میل ایڈریس بھی لازماً درج کریں۔
- تحقیقی مقالہ لکھنے کی صورت میں اس کی ابتداء میں 200 الفاظ پر مشتمل خلاصہ (abstract) HEC کے قواعد کے مطابق انگریزی میں تحریر کیجیے۔
- مقالے کا عنوان اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں درج کیا جائے۔
- مجلۃ المحصنات میں مراجع اور حواشی کے لیے APA طریقہ کار اپنایا جائے۔
- یہ بات پیش نظر رہے کہ مقالہ اس سے پہلے کسی اور مجلّہ یا رسالے میں شائع نہ ہوا ہو۔
- تمام تحریریں ادارے کی طرف سے نامزد کردہ ماہرین کی آراء کے بعد شائع کی جائیں گی۔ نیز ناقابل اشاعت تحریروں کی مصنفین کو واپسی ادارے کی ذمہ داری نہیں ہوگی۔
- اشاعت کے لیے قبول کیے جانے والے مقالات میں ادارہ ضروری ادارتی ترمیم وتلخیص کا حق محفوظ رکھتا ہے۔
- ہر مضمون نگار/ مقالہ نگار کو شائع شدہ مجلّہ کی ایک کاپی فراہم کی جائے گی۔
- مضامین ومقالہ نگاروں کی آراء سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

زیر اہتمام: شعبہ تحقیق - جامعات المحصنات پاکستان
قیمت فی شمارہ: -/250 روپے

فہرست مضامین

ادار یہ	مدیرہ	07
مسلمانوں میں الحادی فکر کا بڑھتا رجحان اور اہل علم کی ذمہ داریاں (دور حاضر کے تناظر میں ایک تحقیقی جائزہ)	ہاجرہ عزیز	08
تشہیر کے اصول وضوابط شریعتِ اسلامی کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ	حافظہ ماریہ حسن پڑھیار	27
سیرتِ طیبہ ﷺ کی روشنی میں خارجہ پالیسی کے اہم نکات تحقیقی مطالعہ	لاریب	44
پاکستان کے مسلم فیملی لاء کی دفعہ ۴ ''یتیم پوتے کی میراث'' کا تحقیقی جائزہ	تہمینہ پرویز	66
امریکہ ویورپ میں ڈاکٹر اسمٰعیل راجی الفاروقی کی علمی وتحقیقی خدمات کا جائزہ	ڈاکٹر عابدہ سلطانہ	87
برصغیر پاک وہند میں اسلام کا اثر ونفوذ۔ایک تاریخی جائزہ	ڈاکٹر جہاں آراء لطفی	98

عربی مقالہ

عشرة النبى ﷺ مع زوجاته.فى ضوء القرآن و السنة دراسة تحليلية	الدکتور خلیل احمد۔الدکتور سردار احمد	116

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

علم قرآن وحدیث دنیا کے تمام علوم کا سرچشمہ ہے۔ تمام علوم کے سوتے یہیں سے پھوٹتے ہیں۔ معاشرتی و جغرافیائی علوم ہوں یا سائنسی، آج سے 1500 سال پہلے قرآن نے کائنات کے تمام رازوں سے پردہ اٹھا دیا تھا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ علم دین و دنیا کبھی الگ نہیں تھے بلکہ انھیں مصنوعی طور پر الگ کیا گیا لیکن موجودہ دور اس مصنوعی نابینائی کو ختم کر رہا ہے اور ہوائیں پھر انسانی روح کو واپسی کے سفر کی طرف اڑائے لئے جا رہی ہیں۔

یہ بڑا قیمتی وقت ہے کہ جب تحقیق کے میدان میں قدرت ہمیں متوجہ کر رہی ہے کہ ہم اپنے افکار و مشاہدات کو علم تحقیق سے وابستہ کریں اور کائنات کے نہاں رازوں کو علم وجود میں لائیں۔

اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

آپ سب کے تعاون کی طلبگار

مدیرہ

ڈاکٹر عابدہ سلطانہ

نگراں شعبہ تحقیق

جامعات المحصنات پاکستان

مسلمانوں میں الحادی فکر کا بڑھتا رجحان اور اہل علم کی ذمہ داریاں

(دور حاضر کے تناظر میں ایک تحقیقی جائزہ)

ہاجرہ عزیز*

تعارف:

انسان دنیا میں ایک رب کے تصور کے ساتھ بھیجا گیا جس نے انسان کو دنیا میں زندگی گزارنے کے لئے ایک طریقہ کار بھی ساتھ عطا کیا۔ انسان عبد اور وہ معبود الٰہ اور یہ طریقہ دین اسلام ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کے بنانے کے بعد اپنی ذات سے متعارف کرایا جس کا ذکر قرآن میں ان الفاظ میں ملتا ہے۔

وَإِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِيْنَ[1]

اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان کی جانوں پر اقرار کرایا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں، (یوں نہ ہو کہ) کہیں قیامت کے دن کہنے لگو کہ ہمیں تو اس کی خبر نہ تھی

اس عہد الست کے بعد انسان جب دنیا میں آتا ہے تو نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق لوگ خدا کے تصور کے ساتھ کسی نا کسی مذہب سے جڑ جاتے ہیں۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه،قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "كل مولود يولد على الفطرة فأبواه يهودانه أو ينصّرانه أو يمجّسانه[2]۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

☆ ریسرچ اسکالر، شعبہ اسلامک لرننگ، وفاقی اردو یونیورسٹی

اس حدیث کے مطابق خدا کا تصور انسان کے اندر کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے جسے انسان دنیا میں آکر چاہے اللہ کہے، بھگوان، ایشور، جیزس یا انرجی اور قانون فطرت۔ تاریخ میں خدا کا تصور انسانی زندگی میں کسی نہ کسی صورت میں نظر آتا ہے ۔گزرتے وقت کے ساتھ انسان نے خدا کے تصور کو مختلف رنگ دیے۔ بعثت نبی ﷺ سے قبل بت پرستی، یہودیت اور حضرت عیسیٰ کی تعلیمات پر عمل ہو رہا تھا اور نبوت کے سلسلے کے بعد جب ان تحریف شدہ ادیان کی تصحیح کے لئے اعلان کیا تو مشرکین کے ساتھ ساتھ بعض وہ لوگ بھی سامنے آئے جو کسی خدا کو ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔قرآن میں ان کا ذکر ہوتا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُلۡحِدُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخۡفَوۡنَ عَلَیۡنَا اَفَمَنۡ یُّلۡقٰی فِی النَّارِ خَیۡرٌ اَمۡ مَّنۡ یَّاۡتِیۡۤ اٰمِنًا یَّوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ اِنَّہٗ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ۔۳؎

بے شک جو لوگ ہماری آیتوں میں کجروی کرتے ہیں وہ ہم سے چھپے نہیں رہتے، کیا وہ شخص جو آگ میں ڈالا جائے گا بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن سے آئے گا، جو چاہو کرو، جو کچھ تم کرتے ہو وہ دیکھ رہا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

اتَّخَذۡتُمُوۡهُمۡ سِخۡرِیًّا حَتّٰۤی اَنۡسَوۡکُمۡ ذِکۡرِیۡ وَ کُنۡتُمۡ مِّنۡهُمۡ تَضۡحَکُوۡنَ ۔٤؎

تو تم نے ان (مسلمانوں) کا مذاق بنالیا۔ یہاں تک کہ ان کی ضد نے تمہیں یہ بھی بھلا دیا کہ میں بھی کوئی ہوں۔ اور تم ان پر ہنستے تھے۔

ان آیات میں اللہ ان لوگوں کا ذکر فرماتے ہیں جنہوں نے خدا کی ذات کا صاف انکار کیا اور نبی کریم ﷺ کو شاعر اور مجنون کہنے لگے (نعوذ باللہ) اور فرمودات نبی ﷺ کے متعلق کہتے یہ تو صرف ایک دیوانے کی باتیں ہیں اس کے سوا کچھ نہیں اس طرح ان لوگوں نے خدا کا انکار کیا۔ اس وقت ان کا معاملہ زیادہ نہ چل سکا۔ لیکن پندرھویں صدی میں جب مغرب نے فلسفہ اور سائنس کی دنیا میں قدم رکھا تو ان کے نظریات سامنے آنے لگے۔ گزرتے وقت کے ساتھ یہ گروہ اپنے نظریات میں پختہ ہوتے چلے گئے اور ایک نئی فکر سامنے آئی۔ جس نے پہلے یورپ میں عیسائیت پھر رفتہ رفتہ یہودیت اور ہندوازم کو متاثر کیا اور ان مذاہب کے پیروکاروں میں ایسے لوگوں کی تعداد بڑھتی گئی، الحادی فکر نے وہاں کی معیشت، معاشرت اور سیاست کو ایک نیا رخ دے دیا۔ بیسویں صدی میں جب مغرب مسلمانوں میں آبسا تو الحاد کے ذریعے ان میں بھی اللہ، رسول، آخرت اور مذہب سے متعلق شکوک وشبہات پھیلائے۔ رفتہ رفتہ مسلمانوں میں مذہب بیزاری کی بے بنیاد فکر پروان چڑھتی گئی اور مسلمان اسلام

اور اپنے عقائد سے یا تو اعلانیہ انحراف کرتے گئے یا پھر شک میں ہیں لیکن معاشرے کے خوف سے خاموش ہیں اس وقت ایسے افراد کی تعداد بہت کم سامنے ہے اس میں ان لوگوں کا شمار نہیں جو ملحد ہیں لیکن اپنے نظریے کا پرچار نہیں کرتے۔ اس بیماری کا تدارک بروقت کرنا انتہائی اہم ہے۔ جس تیزی سے سماجی روابط کے ذریعے الحادی فکر کو پھیلانے کی کوشش کی جارہی ہے اس سے آئندہ سالوں میں مسلمانوں میں مذہب بیزاری کا خطرہ بڑھتا نظر آتا ہے۔ نوجوان نسل کو سائنس، فلسفہ اور دیگر علوم کے ذریعے اسلام پر مختلف اعتراضات کر کے مذہب سے منحرف کیا جارہا ہے ایسے میں اہل علم کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ قرآن وحدیث کے ساتھ ان علوم پر دسترس حاصل کریں، ان اسباب وعوامل کو تلاش کریں جو نوجوان نسل کو دین سے منحرف کررہے ہیں ان کا تدارک کریں تاکہ ایسے نوجوانوں کو مطمئن کر کے اسلام جو انسان کی کامیابی کا حقیقی ضامن اور متاع انمول ہے اسے بچا کر مسلم امت کے مستقبل کو محفوظ کرسکیں۔

الحاد کی تعریف:

الحاد کا لفظ عربی زبان کے ل۔ح۔د سے ماخوذ ہے۔ اَللَّحَدُ اس گھڑے یا شگاف کو کہتے ہیں جو قبر کی ایک جانب میں بنایا جاتا ہے اس کے ایک معنی غلط بات کہنے کے بھی ہیں۔ عربی میں کہا جائے کہ لَحَدَ بِلِسَانِهِ اِلیٰ کَذَا۔ زبان سے کسی کی طرف جھکنے یعنی غلط بات کہنا، کے ہیں۔ جبکہ ایک قرات میں یلحدون (اَلْحَدَ سے) ہے کہا جاتا ہے اَلْحَدَ فُلَانٌ (فلاں حق سے پھر گیا)۔۵

لغۃً الحاد کے معانی میں قبر کے گھڑے، ایک جانب زبان کے جھکنے اور حق سے پھرنے کے ہیں۔

اصطلاحاً الحاد کسی ایک خدا یا سب خداوں کا انکار ہے۔ عربی زبان کی معروف قاموس المعانی میں الحاد کی تعریف کی جاتی ہے:

الملحد هو الكافر بالله و بالأديان كلها

ملحد ایسا شخص جو اللہ کی ذات کا اور تمام ادیان کا انکار کرے۔

المُلحِدُ العادِلُ عن الحق المُدْخِلُ فيه ما ليس فيه۔٦م

ملحد اس شخص کو کہتے ہیں جو حق سے روگردانی کرے اور اس میں ایسی چیزوں کو داخل کرے جو اس میں نہیں ہے۔

الحاد کے لئے اردو میں دہریہ، ملحد اور انگریزی زبان میں ایتھیسٹ (Athiest) کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ انگریزی زبان میں اس کی تعریف مریم ڈکشنری کے مطابق ہے:

The literal definition of Athiest is:Aperson who does not believe in the

existence of a god or any gods.

ملحد وہ شخص جو کسی ایک خدا یا کئی خداوں کی موجودگی پر عدم یقین رکھتا ہو۔[۷]

ان تعریفات کی روشنی میں الحاد سے مراد حق بات سے انکار کرنا یا اس کو غلط طریقے سے پیش کرنا ہے۔ ملحدین چونکہ خدا، رسول اور آخرت کا انکار کرتے ہیں اس معانی میں وہ حق سے پھر کر غلط بات کرتے ہیں یا اس کو غلط طریقے سے پیش کرتے ہیں اس لئے ایسے نظریے رکھنے والے کو ملحد کہا جاتا ہے۔

اس وقت الحاد، دہریہ، سیکولر ازم، اگناسٹک، نیچرل ازم، ہویمن ازم کی صورتوں میں موجود ہے جو کچھ کمی بیشی کے ان ہی نظریات کے ماننے والے ہیں۔

الحاد کی تاریخ:

الحاد کی ارتقائی تاریخ سائنسی انکشافات اور تحقیقات کی ابتداء میں ملتی ہے جس کا آغاز پندرھویں صدی میں ہوا۔ پندرھویں صدی میں یورپ میں تحقیقات سے مختلف انکشافات ہوئے تو اس نے عیسائی مذہب کے یونانی فلسفہ کو چیلنج کیا اور اس کے بہت سے نظریات جسے کلیسا نے مذہب کا درجہ دیا تھا کی قلعی کھلنے لگی جوابا کلیسا نے اس سائنسی تحقیقات اور علوم جدیدہ کو عیسائی مذہب کے خلاف قرار دے کر اس کی شدید مخالفت کی۔ بعض نے عداوتاً اس فکر کو دبانے کی کوشش کی اور کچھ وہ لوگ بھی تھے جس نے اپنے منصب کو بچانے کے لیے علوم جدیدہ کے حصول پر پابندی عائد کر دی تھی۔ سائنسی تحقیقات اور نئے علوم کے حصول کو مذہب مخالف قرار دے کر ایسے سائنسدانوں اور فلاسفہ کو سخت سزائیں اور اذیت ناک موت دی گئی، مختلف عدالتیں قائم کر کے ان کو تختہ دار پر لٹکانا شروع کیا جس کی وجہ سے الحادی فکر مذہب مخالفت میں پروان چڑھا۔ حالانکہ اس وقت بھی خدا اور مذہب پر لوگ یقین رکھتے تھے۔ مغربی سائنسدانوں اور فلاسفہ نے ابتداء تحقیقات کو مذہب کے مخالف سمت میں شروع کیا لیکن خود وہ مذہب سے جڑے تھے لہذا ابتدائی دور میں وہ نیچریت کو مذہب سے جوڑتے رہے لیکن بعد میں نیچریت مذہب اور خدا پرستی پر غالب آتی گئی۔ الحاد کی تاریخ پر مذاہب اور ادیان عالم کے محقق حافظ محمد شارق لکھتے ہیں کہ:

''تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ماضی میں خدا پر عدم یقین کا رجحان محض ذاتی خیال پر مبنی تھا اس میں سائنسی اور تکنیکی وجوہات شامل نہ تھی لیکن جدید دور میں اس طرز فکر نے ایک منظم حیثیت حاصل کر لی ہے اور موجودہ الحاد سائنس اور عملیات پر مبنی ہے''۔[۸]

لہذا پندرھویں اور سولھویں صدی میں مذہبی مخالفت کے باعث فقط تحقیقات کو مذہب سے الگ کر کے شروع کیا گیا۔ حالانکہ اس دور میں سائنسدان اور فلاسفہ خود عیسائی مذہب کے پیروکار تھے۔

سترھویں صدی کے سائنسدان اور تصور خدا:

سترھویں صدی تک نیچریت (جو بعد میں سائنس کے نام سے جانے جانا لگا) اور تصور خدا ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ مغربی فلسفہ اور سائنسدانوں کے مختلف بیانات سے یہ تاریخ واضح ہوتی ہے کہ ابتداءً مذہب بیزاری ان میں نہیں تھی بلکہ رفتہ رفتہ اس رجحان میں اضافہ ہوا۔ اس وقت کے فلاسفہ میں سے ڈیکارٹ (Descartes,:م ۱۶۵۰ء)، ہابس (Hobes ، م:۱۶۷۹ء)، سپائنوزا (Spinoza،م:۱۶۷۷ء) لائبنیز (Leibnitz۔م:۱۷۱۶ء) خدا اور سائنس و فلسفے کو ساتھ لے کر چل رہے تھے۔[9]

سترھویں صدی میں لوگ مذہب پر تنقید کرنے لگے جس میں ڈیکارٹ وہ پہلا شخص تھا جس نے مذہب اور فلسفہ کو الگ کیا، جس کے متعلق مصنف رقمطراز ہیں:

''ڈیکارٹ (Descartes,:م ۱۶۵۰ء) جو جدید فلسفہ کا بانی سمجھا جاتا ہے پہلا شخص تھا جس نے فلسفہ اور مذہب میں تفریق پیدا کی۔ اگرچہ وہ خدا کا قائل تھا لیکن وہ عقل پرستی کو فروغ دینے کا زبردست حامی تھا''۔[10]

اس دور میں کوپرنیکس (Copernicus)، کیپلر (Kepler)، گلیلیو (Galileo)، نیوٹن اور دیگر فلاسفہ اور سائنس کے میدان کے بڑے علمبردار خدا کی ذات کے منکر نہ تھے لیکن سائنس میں تحقیقات کو خدا کے تصور سے الگ رکھ کر ان کی تلاش نے ان کو اس نظریے سے دور کر دیا اس وقت کے حالات کا بہترین تجزیہ مولانا مودودیؒ کرتے ہیں:

''کوپرنیکس، کیپلر، گلیلو، نیوٹن اور سائنس کے دوسرے علمبردار میں سے کوئی بھی خدا کا منکر نہ تھا مگر یہ کائنات کے اسرار کے جستجو میں الٰہی نظریے سے قطع نظر کر کے ان قوتوں کو تلاش کرنا چاہتے تھے جو اس نظام کو چلا رہی ہیں اور ان قوانین کو معلوم کرنے کے خواہش مند تھے جن کے تحت یہ نظام چل رہا ہے۔ یہ الٰہی نقطۂ نظر سے قطع نظر کرنا ہی دراصل اس دہریت اور نیچریت کا تخم تھا''۔[11]

یوں قوانین فطرت کے رازوں کو خدا کے تصور سے الگ کر کے جاننے کی بے جا جستجو نے دہریت اور الحاد کا تخم بویا جو بڑھتے بڑھتے مذہب بیزاری میں عیسائیت، یہودیت اور دیگر مذاہب کو اپنی لپیٹ میں لے گیا۔

اٹھارویں صدی:

اٹھارویں صدی میں سائنس کو خدا کے تصور سے آزاد کیا تو فلاسفہ اور سائنس دانوں نے خدا کی ہستی کو کلیۃً نظر انداز کر دیا، کائنات کے ہر راز کو الٰہی تعلیمات سے یکسر ہٹا کر فقط انسانی عقل اور چند نظریات اور تحقیقات کے تحت کر دیا۔ مذہب پر کھلی تنقید شروع ہوئی اس وقت یہ بات واضح ہوگئی کہ خدا کے بغیر حقائق کی جستجو الحاد تک لے جائے گی۔

اس وقت (The Age of Reason) کتاب نے عیسائیت پر کھلی تنقید کی، مصنف لکھتے ہیں:

''اٹھارویں صدی میں مشہور امریکی فلسفی ٹامس پائین (۱۸۰۹۔۱۷۳۷) نے اپنی کتاب (The Age of Reason) شائع کی جس میں انہوں نے اپنے خیال کے مطابق عیسائیت کی خرابیوں اور بائبل کی غیر منطقی باتوں کو واضح کرتے ہوئے ان پر شدید تنقید کی۔ اس کے بعد ملحد فلسفیوں کی جانب سے مذہب پر تنقید کا سلسلہ شروع ہوگیا''۔[۱۲]

تنقید کا یہ سلسلہ دراصل مذہب بیزاری کے بعد اس فکر کے حامی فراد کا اعلان براءت تھا جو رفتہ رفتہ سامنے آتا رہا۔ اس وقت دو قسم کے لوگ سامنے آئے جو آج ملحد اور اگناسٹک کہلاتے ہیں۔ مولانا مودودیؒ ان کے افکار کے متعلق لکھتے ہیں:

''اس صدی میں آزاد خیال فلاسفر و حکما پیدا ہوئے جنہوں نے یا تو اعلانیہ خدا کے وجود سے انکار کیا یا اگر بعض نے اسے تسلیم کیا بھی تو اس کی حیثیت ایک دستوری فرمانرواں سے زیادہ نہیں سمجھی جو نظام کائنات کو ایک مرتبہ حرکت میں لے آنے کے بعد گوشہ نشین ہوگیا ہے اور اب اس نظام کے چلانے میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

اس دور میں سائنس دانوں اور فلاسفہ نے خدا اور مذہب سے متعلق مختلف نظریات کو پیش کیا۔ ان نظریات کو اجمالاً پیش کیا جاتا ہے:

۱۔ ہیوم (Hume) نے معقولات کی صحت کے لئے تجربے کو معیار قرار دیا۔

۲۔ ہیگل (Hegal) نے مادیت کے مقابلے میں تصوریت (Idealism) کو فروغ دینا چاہا مگر ٹھوس مادے کے مقابلے میں لطیف تصور کی پرستش نہ ہوئی۔

۳۔ کانٹ (Kant) نے بیچ کی یہ راہ اختیار کی کہ ہستی، روح کی بقا اور ارادے کی آزادی ان چیزوں میں سے نہیں ہیں جو ہمارے علم میں آسکیں۔ یہ چیز مانی نہیں جاسکتی مگر اس پر ایمان لایا جاسکتا ہے اور حکمت عملی (Practical wisdom) اس کی مقتضی ہے کہ ان پر ایمان لایا جائے۔ یہ خدا پرستی اور نیچریت کے درمیان مصالحت کی آخری کوشش تھی''۔[۱۳]

اس طرح اٹھارویں صدی میں نیچریت اور مذہب کے درمیان کی چپقلش میں مختلف تصورات سامنے آتے گئے۔ اور بالآخر تین صدیوں کے بعد الحادی فکر نئے سیاسی، معاشی، اور معاشرتی نظاموں کے ساتھ دنیا میں ابھر کر سامنے آئی۔

انیسویں صدی میں الحاد و دہریت:

سولھویں صدی میں سائنسی اکتشافات اور تجربات کے نتائج اور ان نظریات کے فروغ کے بعد عیسائیت کے ساتھ تصادم سے جو چنگاری اٹھی تھی آہستہ آہستہ اب تین صدیوں کے بعد وہ ایک نئے نظریے کی صورت میں ابھر کر سامنے آ گیا۔ اس دور میں مادیت پرستی اپنی انتہاء کو پہنچی۔ مذہب اور خدا کا صاف انکار شروع ہوا اس کے برعکس سائنس اور فلسفہ کو ہر چیز کی بنیاد قرار دیا کہ جو چیز سائنس اور منطق سے ثابت ہو وہی حق متصور ہوگا جو اس کے خلاف ہوگا وہ باطل ہے۔ مادہ اور اس کے خواص کے سوا ہر چیز کو باطل قرار دیا۔

مِل اور سپنسر کے فلسفے کو مولانا مودودیؒ بیان کرتے ہیں:

''مِل (Mill) نے فلسفے میں تجربیت اور اخلاق میں افادیت کو فروغ دیا، اسپنسر (Spencer) سے فلسفیانہ ارتقائیت اور نظام کائنات کے خود بخود پیدا ہونے اور زندگی کے آپ سے آپ رونما ہو جانے کا نظریہ پوری قوت سے پیش کیا''۔[14]

مختلف تجربات نے اس نظریے کو مزید قوت بخشی اور بالآخر الحاد اور دہریت کا یہ تصور سامنے آیا کہ یہ کائنات کیمیائی تعامل کے نتیجے آپ سے آپ وجود میں آئی ہے۔ اس کو بنانے والا کوئی خدا نہیں اور یہ کائنات قوانین فطرت کے تحت خود بخود چل رہی ہے اس نظام کو چلانے والا کوئی نہیں۔ اس تصور کی پرزور حمایت کے بعد انیسویں صدی میں خدا، رسول، فرشتے، آخرت کے انکار کے راستے کھلے مذہب خصوصاً مسلمان الحاد کا خاص نشانہ بنے۔ عیسائیت اور یہودیت کو ہدف بنا کر سائنسی تجربات کے نتیجے میں عیسائی تعلیمات میں سے کئی نظریات کو چیلنج کیا گیا اور کئی بار یہ ہوا کہ الحاد کی فتح اور عیسائی تعلیمات مشکوک قرار پائیں اس کے بعد انیسویں صدی میں اسلام ان کا خاص ہدف بنا اور اس میں علمی بددیانتی کر کے اس کو منہدم کرنے کی کوشش کی گئی لیکن دین اسلام حقیقی مذہب ہے اور ہر اعتراض جو اِن کی نظر میں تھا اس کا تسلی بخش جواب دیا گیا اسلام پر وار کرنے کی کوشش سے متعلق محمد مبشر نذیر لکھتے ہیں:

''اسلام کے معاملے میں ملحدین ایسا نہ کر سکے کیونکہ قرآن اور حضرت محمد ﷺ کی تاریخی حیثیت کو چیلنج کرنا ان کے لئے علمی طور پر ممکن نہ تھا۔ انہوں نے اسلام پر حملہ کرنے کی دوسری راہ نکالی۔ ان میں سے بعض کوتاہ قامت اور علمی بددیانتی کے شکار افراد

نے چند من گھڑت روایات کا سہارا لے کر پیغمبر اسلام ﷺ کے ذاتی کردار پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی لیکن وہ اس میں بری طرح ناکام ہوئے کیونکہ ان من گھڑت روایات کی علمی وتاریخی حیثیت کو مسلم علماء نے احسن انداز سے واضح کردیا''۔۱۵

اس طرح الحاد کا فتنہ سولھویں سے انیسویں صدی میں پہلے یورپ کو نشانہ بنا کر آج وہاں اپنی مدت پوری کر چکا ہے لیکن اب اس کا ہدف اسلام کے بنیادی عقائد ہیں، اس دور میں الحاد خاموشی کے ساتھ مسلمانوں میں سرایت کرتا جا رہا ہے۔

ملحدین کی مذہب بیزاری کا سبب:

الحاد کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ فکر کلیسا کے ضد، ہٹ دھرمی اور جارحانہ رویے کے نتیجے میں مضبوط ہوتی گئی۔ اہل کلیسا نے سائنس اور فلسفے کو یونانی افکار کے آگے ماننے سے انکار کیا اور بزور قوت اس کو دبانے کی کوشش کی تو اہل حکمت وفلسفہ اور سائنسی علمبرداروں کا مذہب کے خلاف ایک جارحانہ رویہ پیدا ہوگیا جس کا نتیجہ مذہب اور خدا بیزاری ہوا۔ جبکہ ابتداء میں الحاد کی بنیادی وجہ مذہب بیزاری نہ تھی بلکہ اصل محرک ہر قسم کی آزادی تھا۔ مولانا مودودیؒ اس مذہب بیزاری کی اصل وجہ کو بیان کرتے ہیں کہ:

''وہ خدا سے اس لئے تبریٰ نہ کرتے تھے کہ دلائل اور براہین سے اس کا عدم وجود اور عدم وجوب ثابت ہوگیا تھا بلکہ اس سے اس لیے بیزار تھے کہ وہ ان کے اور ان کی آزادی خیال کے دشمنوں کا معبود تھا''۔۱۶

اس طرح ان کے تمام تجربات وتحقیقات میں پس پشت یہی محرک رہا اور اس محرک کے سبب کائنات کے وجود اور اس کے نظام سے متعلق تحقیق وجستجو میں خدا کے وجود کو منہیٰ کیا گیا۔ خدا کے تصور کو فرض کئے بغیر تحقیقات کی گئی۔ اس کی تصریح مصنف کرتے ہیں:

''کائنات کے مذہبی نظریے کا بنیادی تخیل یہ ہے کہ عالم طبیعت (physical world) کے تمام آثار اور جملہ مظاہر علت کسی ایسی طاقت کو قرار دیا جائے جو اس عالم سے بالاتر ہو۔ یہ نظریہ چونکہ جدید علمی تحریک دشمنوں کا نظریہ تھا اس لیے جدید تحریک کے علمبرداروں نے لازم سمجھا کہ خدا یا کسی فوق الطبیعت (super natural) ہستی فرض کیے بغیر کائنات کے معمے کو حل کرنے کی کوشش کریں اور ہر اس طریقے کو خلاف حکمت (unscientific) قرار دیں جس میں خدا کا وجود فرض کر کے مسائل کائنات پر نظر کی گئی ہو۔ اس طرح نئے دور کے اہل حکمت وفلسفہ میں خدا اور روحانیت اور فوق الطبیعت کے خلاف ایک تعصب پیدا ہوگیا جو عقل واستدلال کا نتیجہ نہ تھا بلکہ سراسر ضدبات کی برانگیختی کا نتیجہ تھا''۔۱۷

ان کا اصل محرک اہل کلیسا سے تعصب اور دشمنی تھا جس نے ان کو مذہب اور اس سے متعلق ہر بات کو تحقیقات سے دور کردیا۔ اس طرح الحاد کے چار صدیوں پر محیط ارتقائی تاریخ سے ملحدین کے مذہب بیزاری کا اصل سبب اور محرکات اور ان کے نظریات کو با آسانی سمجھا جاسکتا ہے۔

ملحدین کی مذہب بیزاری کا اصل سبب کلیسا کا معاندانہ رویہ تھا جس میں سائنسی اکتشافات کو مذہب مخالف قرار دے کر عدالتیں قائم کردیں اور کئی افراد کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ اس کے بعد عداوتاً مذہب کو ان تمام معاملات سے ایک طرف کردیا گیا۔ اس میں اصل محرک مذہب نہیں بلکہ اس کے ماننے والوں کی عداوت تھی۔

ملحدین کے نظریات:

۱۔ ملحدین کے نظریات میں سب سے اہم یہ ہے کہ وہ حقائق کی کسوٹی حواس خمسہ کو مانتے ہیں۔ ان کا نظریہ ہے کہ جو چیز حواس کے ذریعے ادراک میں نہ آئے وہ سرے سے موجود ہی نہیں۔

۲۔ ان کے نزدیک کائنات کا کوئی بنانے والا نہیں یا پھر بنانے والے کو تصور کرلیا جائے تو اس نے کائنات کو بنانے کے بعد اسے چھوڑ دیا ہے اور اب اس کا نظام خود قوانین قدرت (Laws of Nature) کے تحت چل رہا ہے۔

یہ دعویٰ اسٹیفن ہاکنگ (۱۹۴۲۔۲۰۱۸) نے ۲۰۱۰ میں اپنی کتاب دی گرانڈ ڈیزائن میں کیا جسے موجودہ صدی کا ذہین ترین انسان مانا جاتا ہے اس کے نظریات کو مصنف لکھتے ہیں:

''اسٹیفن ہاکنگ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ کائنات اور دنیا میں موجود حیات کی معرفت کے لیے ہمیں کسی خدا کی ضرورت نہیں بلکہ قدرت کے قوانین ہمیشہ سے ہیں اور وہی اس گرینڈ ڈیزائن کی علت ہیں''۔[۱۸]

۳۔ ابتدا میں ملحدین مذہب کو انسان کا ذاتی عمل تصور کرتے لیکن آج اس کو پچھلے لوگوں کے توہمات اور خوف کا نتیجہ قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک آج کا انسان پہلے کی بنسبت باشعور ہوگیا ہے لہذا اس کو مذہب کی ضرورت نہیں اس سے متعلق الحاد جدید اور ہم میں لکھا گیا ہے:

''جیسے جیسے انسانوں کے تجربات سے چیزوں کی حقیقت واضح ہوتی گئی ویسے ویسے خدا کی تعداد بھی کم ہوتی گئی بعض قوموں نے تین، بعض نے دو اور بعض نے ایک خدا کا تصور قائم کرلیا۔ گویا جیسے جیسے انسان کا علم بہتر ہوتا گیا ویسے ویسے چیزوں کی حقیقت واضح ہوتی گئی اور وہ چیزوں کو خدا سے غیر خدا کی فہرست میں ڈالتا گیا۔ اب انسان کا علم جس جگہ پہنچ گیا ہے اس نے کائنات کو

اچھی طرح سمجھ لیا ہے اب اس ارتقاء کی اگلی اسٹیج الحاد ہے۔ یعنی یہ کہ کوئی خدا نہیں''۔[۱۹]

جبکہ حافظ شارق لکھتے ہیں:

''ملحدین کے نقطہ نظر کے مطابق پہلے زمانوں میں انسان کا علم محدود تھا، اس وجہ سے اسے کائنات کی توجیہ کا یہی تصور ملا کہ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے بارے میں مان لیا جائے کہ کوئی خدا چلا رہا ہے لیکن سائنس دانوں نے ایسے قوانین دریافت کر لیے ہیں جن کی مدد سے یہ جانا جا سکتا ہے کہ یہ کائنات کیسے چل رہی ہے۔ اب ضرورت نہیں رہی کہ خدا کے تصور کے ساتھ جڑا جائے''۔[۲۰]

اور اس ارتقاء کا نتیجہ الحاد نکلا کہ اب انسان کو خدا کی ضرورت نہیں بلکہ وہ جان گیا کہ کوئی خدا نہیں ہے۔

ملحدین کی تعداد:

عالمی سطح پر مختلف سالوں میں ملحدین کی تعداد میں اضافہ اور کمی نظر آتی ہے۔ conservapedia. پر عالمی ملحدین کے اعداد شمار میں سائنس (science 2.0) ویب پیج کی جولائی ۲۰۱۵ کے مطابق تین سالوں میں ۲ فیصد کمی آئی ہے۔ انکے مطابق:

The website Science 2.0 declared on July 14, 2015

Atheism as a belief system has peaked and its share of humanity is shrinking, demographic studies indicate. Win/Gallup's 2012 global poll on religion and atheism put atheists at 13%, while its 2015 poll saw that category fall to 11%[۲۱]

جبکہ موجودہ اعداد و شمار کے مطابق سب سے زیادہ ملحدین چائنا میں ہیں۔ امریکہ میں ملحدین کی تعداد سے متعلق سروے دلچسپ ہے۔ مغرب جہاں سے یہ فتنہ پھیلا وہاں اس میں کمی واقع ہوتی جا رہی ہے۔ سروے میں جن افراد نے خود کو ملحد کہا ان میں ۱۸ فیصد یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ کسی اعلی قوت پر یقین رکھتے ہیں۔

The vast majority of U.S. atheists fit this description: 81% say they do not believe in God or a higher power or in a spiritual force of any kind. (Overall, 10% of American adults share this view.) At the same time,

roughly one-in-five self-described atheists (18%) say they do believe in some kind of higher power. None of the atheists we surveyed, however, say they believe in "God as described in the Bible."[۲۲]

ورلڈ پاپولیشن ریویو (worldpopulationreview) کے مطابق ملحدین کی تعداد دنیا بھر میں سب سے زیادہ چائنا میں ہے۔ ذیل میں پاکستان، اس کے پڑوسی ممالک میں ملحدین کی تعداد کو پیش کیا جا رہا ہے۔[۲۳]

ملک کا نام	آبادی ۲۰۱۹	ملحد افراد
چائنا	1,433,783,686	90.00%
افغانستان	38,041,754	9.00%
انڈیا	1,366,417,754	5.00%
ایران	82,913,906	20.00%
پاکستان	216,565,318	6.00%

چائنا بنیادی طور پر بدھ مت کے پیروکار ہیں لہذا وہاں پر ملاحدہ کی تعداد اپنے سابقہ مذہب کے مماثلت رکھتے ہوئے ۹۰ فیصد ہیں۔ افغانستان ایک مسلم ملک ہے لیکن اس سروے میں الحاد پرست وہاں کی آبادی کا ۹ فیصد ہیں، افغانستان میں امریکہ اور اس کے قبل روس کی مداخلت کا اثر واضح نظر آتا ہے۔ بھارت اس وقت دنیا میں خود کو ایک سیکولر ملک کہتا ہے وہاں کی آبادی کا ۵ فیصد جبکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں چھ فیصد اور ایران میں ملاحدہ ۲۰ فیصد ہیں۔ جبکہ سعودی عرب ۲۴ فیصد ہے مسلمانوں میں ملحدین کے بڑھتے تناسب مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ دیگر ممالک کے بنسبت بظاہر یہ تناسب کم ہے لیکن مسلمانوں کے لیے یہ خطرے کی علامت ہے۔ کیونکہ ایک مسلمان دین اسلام کو چھوڑ کر کسی دوسرے مذہب میں جانا کبھی پسند نہیں کرتا۔ الحادی فکر رکھنے والے افراد بظاہر مسلمان نظر آتے ہیں لیکن خواہشات نفس ان کو خدا اور مذہب بیزاری کی طرف لے جا رہے ہیں جب کہ بڑی تعداد اپنے افکار کا اظہار بھی نہیں کرتی۔

مسلم معاشرے میں الحاد کی پھیلتی وبا:

مسلمان ایک اللہ کو معبود، اس کائنات کا خالق اور مالک، محمد ﷺ کو اللہ کا پیغامبر اور آخری نبی مانتے ہیں۔ وہ تمام

رسولوں، فرشتوں، الہامی کتابوں، جنت وجہنم اور روز آخرت پر اعتقاد رکھتا ہے ان تمام پر ایمان لانا لازمی ہے۔ جب ایک بچہ مسلمان گھرانے میں پیدا ہوتا ہے تو ان عقائد کی تعلیم دے دی جاتی ہے اور وہ شعور کی منزل پر پہنچ کر اس پر مضبوط اعتقاد رکھتا ہے۔ اس میں کیوں اور کیسے کے سوال نہیں کئے گئے لیکن آج ان تمام کے بارے میں مختلف سوالات اٹھا کر مسلمان نوجوانوں کو دین اسلام سے متنفر کیا جا رہا ہے۔

۱۹ویں صدی میں جب مذہب خصوصا اسلام کو سائنس کے مقابل کھڑا کیا تو مختلف اعتراضات اور غیر منطقی سوالات اٹھا کر مسلمانوں کے ذہنوں میں انتشار اور شک کا بیج بونا شروع کیا۔

گزرتے وقت کے ساتھ سائنس ترقی کرتی گئی اور الیکٹرانک میڈیا، سوشل میڈیا کے ذریعے نوجوان نسل تک رسائی کو آسان بنا کر اسلام سے متعلق شکوک وشبہات پیدا کئے گئے۔ فیس بک، انسٹا گرام، ٹویٹر، یوٹیوب اور اس طرح کے مختلف سماجی روابط پر اسلام مخالف سرگرمیاں عام کی گئیں اس وقت ایک مسلمان عرب کا یوٹیوب چینل باقاعدہ الحادی فکر کے مشن کے ساتھ یوٹیوب چینل چلا رہا ہے۔ جبکہ دوسری جانب تعلیمی اداروں میں کچھ عناصر سائنس، فلسفہ کے نام پر مسلمانوں کے بنیادی عقائد کے خلاف آزادی اظہار رائے کی آڑ میں زہر اگلنے لگے۔ جس سے اس وقت نوجوان نسل تیزی سے متاثر ہو رہی ہے۔ مولانا مودودیؒ نے نظام تعلیم کے اس نقص کو ابتدا میں بیان کر دیا اس تعلیم کے مزاج کے متعلق لکھتے ہیں:

''آپ ان کو وہ فلسفہ پڑھاتے ہیں جو کائنات کے مسئلے کو خدا کے بغیر حل کرنا چاہتا ہے، آپ انہیں وہ سائنس پڑھاتے ہیں جو معقولات سے منحرف اور محسوسات کا غلام ہے''۲۴۔

اس تعلیمی نقص کے ساتھ جس میں کائنات کے رازوں کو کائنات کے بنانے والے کے بغیر جاننے کی کوشش کی جائے گی تو پھر کیسے وہ لوگ تیار ہو سکتے ہیں جو خدا کو مانتے ہوں۔

محدث فورم پر ایک رکن نے کتاب (مذہب اور جدید چیلنج) کا خلاصہ لکھا جس میں وہ اپنے ایک دوست کا حوالہ دیتے ہیں کہ ۲۰۱۲ میں نمل اور اقراء یونیورسٹی تبلیغ کی نیت سے گئے جہاں مختلف طلباء سے ان کی ملاقات ہوئی اس میں ایک مسلمان لڑکی نے ان سے کہا: مجھے معاشرے کا ڈر ہے ورنہ اللہ اور آخرت ایسی چیزوں پر میرا یقین اٹھ چکا ہے اور اگر اس معاشرے کا ڈر نہ ہو تو شاید میں اعلانیہ ترکِ اسلام کر دوں۔۲۵

qantara ویب پیج پر اسماعیل عظم نے مورو کو Morroco میں مقیم مختلف مسلمان (جو اب ملحد ہو چکے ہیں) کا انٹرویو کیا.

اس انٹرویو کے ٹائٹل میں لکھتے ہیں؛

The growth in social media has opened the way for many young people, not only to declare their atheism, but also to promote such beliefs by criticising religions, notably Islam.

انٹرنیٹ پر سماجی روابط نے ملحدین کے لیے راہیں کھول دی ہیں اور اب وہ مذہب خصوصا اسلام پر تنقید کر سکتے ہیں۔

اس انٹرویو کے کچھ اقتباسات یہاں پیش کئے جاتے ہیں تا کہ مسلم دنیا میں پھیلتے الحادی فکر کا ایک جائزہ سامنے آ جائے۔منتصر حمادی(Montasser Hamadeh) ملحد کہتے ہیں:

He(Montasser Hamadeh) points out that a certain Gulf country has the highest rate of atheism in the whole region, despite the challenge in determining the actual number of atheists and in getting a clear picture of the phenomenon.

۲۶ ہشام (Hicham Agnostik) فرضی نام نے اپنے ملحدانہ نظریات کو انٹرنیٹ کے ذریعے شروع کیا۔ وہ پروگرام Paltalk میں بین المذاہب مکالمات کرواتا تھا۔ اس کے ساتھ اس نے اپنی ویب سائٹ بنائی اور فیس بک کے ذریعے ایک مضبوط حلقہ بنایا یہ پہلا شخص تھا جس نے مقامی زبان میں کتابچہ Memoris of a Infidel کے نام سے شائع کیا جس میں اپنی مذہب سے لامذہبیت کے سفر کا تذکرہ کیا۔اس وقت یہ کینیڈا میں مقیم ہے اور اپنی اصل شناخت چھپا رکھی ہے۔اس کے مطابق مغرب میں اس وقت کئی افراد ایسے ہیں جو اپنی اصل شناخت یعنی لامذہبیت کو خاندان،احباب و دیگر سے چھپاتے ہیں۔اس کے یوٹیوب چینل کا مقصد عام مسلمانوں کو الحادی فکر سے آشنا کرنا ہے۔

سماجی رابطوں کے ذرائع پر کھلم کھلا خدا رسول اور آخرت کا انکار کیا جا رہا ہے اور اس پر غیر ضروری سوالات اٹھا کر تشکیک کی فضا عام ہے۔اس کے رد کے لئے مختلف گروپس بھی بنائے گئے لیکن اس کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔Qantara کے مطابق ۲۰۵۰ تک انٹرنیٹ کے ذریعے ملحدین کے تعداد میں اضافہ ہوگا:

There are 1.1 billion atheists, uncommitted and agnostics across the

world (as of 2010). This number will exceed 1.2 billion by 2050, although there will be a decline from 16% to 13% relative to the global population.

لیکن اس سروے میں خوش کن بات یہ ہے کہ اسی تناسب سے برقی اسلامی صفحات اور اسلامی اسکالرز کے متبعین (فالورز) میں بھی اضافہ ہورہا ہے۔اس میں اہل علم کی زمہ داری اور ان کا مرجع خلائق ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ مذہبی معاملات میں رہنمائی کے لیے انسان ان سے ہی رجوع کرتا ہے۔لہذا اہل علم ودانش کی زمہ داری دوچند ہوجاتی ہے۔

قنترہ Qantara ویب جہاں ملحدین کے افکار اور ان کے کاموں کا ذکر کیا وہیں یہ رپورٹ بھی سامنے رکھی کہ جس تیزی سے ملحدین کے صفحات اور یوٹیوب جینلز پر فالورز کی تعداد بڑھ رہی ہے اس تیزی سے اسلامی اسکالرز اور شیوخ کے صفحات پر بھی فالورز کی تعداد بڑھ رہی ہے۔اس بات کو یوں پیش کیا گیا:

In addition, as the pages on social networking sites expand their call for atheism, the pages of the shaykhs and preachers still boast a huge number of followers. In fact, many of these preachers are finding new ways to communicate with the public. Some of them have even modernised their rhetoric, allowing them to reach new followers among the younger generation.

[۲۷]یہ تمام سروے اور رپورٹس اس بات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ مغرب کے بعد اب ملحدین کا رخ مسلمانوں کے عقائد کو متزلزل کرنا ہے اور اس کے لیے وہ ان ملاحدہ سے کام لیتے ہیں جو پہلے مسلمان تھے۔اس کے ساتھ تعلیمی اداروں میں ملحدین اپنے افکار پھیلانے میں مصروف ہیں۔

اہل علم کی ذمہ داری:

دور حاضر میں الحاد کا فتنہ تیزی سے پھیل رہا ہے اور اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے تدارک کے لئے عملی اقدامات کیے جائیں۔الحاد ایک تعارف میں مصنف لکھتے ہیں:

''جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دین شرک سب سے بڑا فتنہ تھا اور آپ ﷺ کی دعوت کا بنیادی ہدف شرک کا خاتمہ

تھا، اسی طرح موجودہ دور میں الحاد عملی سب سے بڑا فتنہ ہے اور اس کا خاتمہ اہل ایمان پر لازم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کو کسی دوسرے مذہب سے اتنا بڑا خطرہ لاحق نہیں ہے جتنا الحاد سے جو دنیا پرستی اور اخلاقی انحطاط کی صورت میں ملت اسلامیہ کے قلب میں جڑ پکڑ چکا ہے۔ آج کی دینی جدوجہد کا بنیادی ہدف اس الحادی جڑ پر تیشہ چلانا ہونا چاہیے''۔۲۸

الحاد کے نظریات میں چونکہ ہر قسم کی آزادی موجود ہے لہذا مسلم نوجوان اس مادی اور پرفتن دور میں اس آزادی کے حصول اور منطق کے ذریعے اپنے لیے راہ فرار الحاد ہی میں دیکھتے ہیں۔ جبکہ دوسری جانب ان کے ذہنوں کو مختلف غیر منطقی سوالات کے ذریعے آلودہ کیا جا رہا ہے جس کے جواب نہ ملنے کی صورت میں نتیجہ الحاد ہوتا ہے۔ چونکہ یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ حقائق کی کھوج لگاتا ہے، معلوم سے نامعلوم انسان کا فطری داعیہ ہے اس کے اندر کی جستجو اور تحقیق کا مزاج اسے دنیا کے پوشیدہ رازوں سے پردہ اٹھانے پر اکساتا ہے اگر یہ داعیہ نہ ہوتا تو آج انسان اتنی ترقی نہ کرتا اور نا ہی پر آسائش اور باسہولت زندگی گزارتا۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی عقلی تفکر سے متعلق لکھتے ہیں:

''انسانی فطرت کا ایک جبلی داعیہ ہے کہ وہ حقائق کائنات کے بارے میں عقلی تفکیر سے کام لیتی ہے۔ ہر انسان اپنی عقلی سطح اور صلاحیت کے مطابق اپنے نقطہ نظر کی عقلی توجیہ پیش کرتا ہے۔ یہ عقلی توجیہ تمام علوم اجتماعی اور علوم انسانی کا طرہ امتیاز رہا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں ہر ذی عقل انسان نے محسوس سے لامحسوس کا، ظاہر سے باطن کا اور موجود سے غیر موجود کا پتا چلانے کی کوشش کی ہے۔ یہاں تک کہ قبل از اسلام کے عرب بدو بھی ایک سادہ انداز میں اور ایک خالص ابتدائی نوعیت کے اسلوب سے یہ کام کرتے تھے۔ ایک عربی ضرب المثل ہے: البعرۃ تدل علی البعیر: یعنی اونٹ کی مینگنی پڑی ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں سے اونٹ گزرا ہے''۔۲۹

فطری جستجو کو دبانا ممکن نہیں بلکہ اس ذہنی الجھن اور خلفشار کو ختم کر کے انسان کو مطمئن کرنا ضروری ہے لہذا اہل علم اس مسئلے کو بہتر طریقے سے حل کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے ان کا اس میدان میں نکلنا وقت کا تقاضا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَو لَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرقَةٍ مِّنهُم طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِى الدِّينِ وَ لِيُنذِرُوا قَومَهُم اِذَا رَجَعُوا اِلَيهِم لَعَلَّهُم يَحذَرُونَ ۔۳۰۔

مسائل و پریشانیوں میں رہنمائی کے لیے فرمان باری تعالیٰ ہے:

فَاسئَلُوا أَهلَ الذِّكرِ إِن كُنتُم لَا تَعلَمُونَ ۳۱

اگر تمہیں کسی معاملے کا علم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھو۔
ان اہل الذکر میں وقت کے حاملین شریعت مراد ہیں۔ یہ دو آیات اس بات کے لئے کافی ہیں کہ الحاد کے پرزور فتنے کے جواب کے لئے اہل علم آگے آئیں اور اس فکر کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔
لہذا اس وقت ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو الحاد کے دلدل میں پھنسنے والوں کو مطمئن کر سکیں اور ان کو اس سے نکال سکیں۔ اگر اس وقت اس جانب توجہ نہ دی گئی یا اس معاملے میں سستی دکھائی گئی تو مستقبل میں اس پر قابو پانا مشکل ہوگا۔ جب بھی ایسے معاملات میں بروقت کام نہ ہوا تو نتائج بہتر نہ نکلے۔ فتنہ قادیانیت کے تحت جب افراد کو اہل علم کی جانب سے اطمینان بخش جواب نہ دیا تو مسلمان اپنے دین سے ہاتھ دھو بیٹھے اس وقت الحاد کا فتنہ زور پکڑتا جا رہا ہے۔ سید ابوالحسن ندویؒ حاملین شریعت کی غیر زمہ دارانہ رویے کے نقصان کا ذکر کرتے ہیں کہ:
''مذاہب وملل کی تاریخ بتاتی ہے کہ ایسے موقع پر جب کبھی حاملین شریعت و ماہرین فقہ نے سستی و کاہلی اور لیت ولعل سے کام لیا تو الحاد اور ذہنی انتشار کا دروازہ کھل گیا اور عوام کا حال بے نگہباں ریوڑ کا سا ہو گیا اور لوگوں نے علماء کے فیصلے کا انتظار کیے بغیر اپنا کام شروع کر دیا پھر تاریخ یہ بتاتی ہے کہ پھر دوبارہ ان کو جادہ شریعت پر لانا انتہائی دشوار ہو گیا''۔[۳۲]
مسلمانوں میں الحاد کا فتنہ جس تیزی سے پھیل رہا ہے اس کے تدارک اور افراد خصوصا نوجوان طبقے کو مطمئن کر کے بڑھتے فتنے کا تدارک کیا جائے جس کے لئے درج ذیل اقدامات کیے جا سکتے ہیں۔
انسان کے ذہن میں اٹھنے والے سوالات کا تشفی بخش جواب خصوصا جب کہ وہ مذہب اور خدا سے متعلق ہو دینا ضروری ہے تا کہ کسی قسم کا ابہام ذہنوں میں نہ رہے لیکن اس کے لئے یہ واضح ہو کہ سوال حقائق اور قانون سے ملتا ہو محض نظریات اور سوال در سوال جس کی کوئی منطق نہ ہو ان کو جواب مجمعہ عام میں نہ دیا جائے تا کہ ذہنوں میں انتشار پیدا نہ ہو۔ ایسے سوالات جس کی کوئی عملی افادیت نہیں ہو اسلام کے مزاج کے خلاف ہے جب کہ حقیقی پیدا ہونے والے اعتراضات کے جوابات دینے پر زور دیتے ہوئے ڈاکٹر محمود غازی رقمطراز ہیں:
''اگر کوئی سوال واقعتاً کسی کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے اور اس کا جواب نہیں دیا جاتا تو اس بات کا خطرہ ہے کہ اس کے دل میں اسلام کے عقائد اور تعلیم کے بارے میں کوئی بدگمانی یا وسوسہ جنم لے گا جو بعد میں جا کر پختہ ہو جائے گا۔ چنانچہ حقیقی اور واقعی پیدا ہونے والے اعتراضات اور سوالات کے جوابات دینا تا صحابہؓ اور تابعین نے اپنی زمہ داری سمجھ لیکن اگر سوال برائے سوال اٹھا

یا گیا ہو یا شبہ برائے شبہ پیدا کیا گیا ہو تو صحابہ کرام نے اس طرح کے شبہات کا جواب دینا پسند نہیں کیا گیا''۔۳۳
محض سوال برائے سوال کا رجحان اسلامی معاشرے میں پنپنے کی گنجائش نہیں لہذا سماجی ویب پر عام روابط پر سوال در سوال پر بحث ومباحثہ سے روکا جائے اور اس کے لئے خصوصی فورم بنائے جائیں جہاں ایسے نوجوانوں کے سوالات کا جواب دیا جائے۔

حرف آخر:

اس آرٹیکل میں محدود سروے کو پیش کیا گیا ہے جبکہ انٹرنیٹ پر الحادی فکر کو مختلف طریقوں سے پھیلایا جا رہا ہے جس کے ساتھ ساتھ معاشرے میں سوالات اٹھا کر ذہنوں کو الجھنوں میں مبتلا کیا جا رہا ہے۔ الحاد مغرب میں عیسایت اور یہودیت کو شکست دے گیا کیوں کہ وہ اپنی حقیقی بنیادوں سے ہٹ گئے تھے، وہاں فکری تبدیلی کے ساتھ نظاموں تک کو بدل دیا گیا اور آج مغرب مذہب کی جانب دوبارہ لوٹ رہا ہے۔ لیکن اپنے آنگن میں تباہی کر کے کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ اس فکر کو مسلمانوں میں پنپنے نہ دیا جائے۔ دورِ حاضر میں اس فتنے کا رخ مسلمانوں کی جانب ہے اور بہت آسان راستہ برقی دنیا اور آسان ہدف آج کی نوجوان نسل، جس کی مذہبی فکر ابتداء سے ہی کمزور ہے اس میں تیزی سے اس فکر کو پھیلایا جا رہا ہے۔ لہذا آج یہ وقت کی ضرورت اور اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس میدان میں افراد کو تیار کر کے اس کا رد کریں اور مسلمانوں میں پنپتی اس فکر کو ختم کریں۔ اس کے لیے اہل فکر و دانش کے لیے چند سفارشات پیش کی جاتی ہیں۔

سفارشات:

۱) الحاد کے بڑھتے رجحان میں ضرورت اس امر کی ہے اہل فکر ان اعتراضات کو دور کریں۔ اس کے لیے سائنس، فلسفہ، تاریخ اور دیگر علوم جس کے ذریعے مذہب کو نشانہ بنایا جاتا ہے ان کو حاصل کریں، اس پر دسترس حاصل کر کے قرآن وحدیث کے ساتھ سائنس اور منطق ہی کے ذریعے ان کے جواب دے کر ان کے شبہات کے ختم کریں۔

۲) مدارس میں طلباء کو قرآن وحدیث کے ساتھ عقیدۃ کو سائنس اور فلسفہ کے ساتھ دورِ حاضر سے اس میں مطابقت پیدا کی جائے۔

۳) سماجی روابط فیس بک ٹویٹر اور دیگر پر الحاد کے نظریات پھیلانے والے صفحات کے خلاف رپورٹ کی جائے۔

۴) سماجی روابط پر ایسے گروپس بنائے جائیں جس میں اہل علم افراد نوجوان طلباء کے شکوک وشبہات کے جوابات دے سکیں۔

۵) تعلیمی اداروں میں مختلف سیشنز رکھوائے جائیں۔ اس کے ساتھ مختلف فورمز بنا کر ان طلباء کی پریشانیوں کو دور کیا جائے۔ اس حوالے سے کچھ افراد کام کر رہے ہیں لیکن اس میں مزید اضافے کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات:

١۔ الاعراف 172

٢۔ صحیح بخاری ١٣٨٥

٣۔ فصلت۔ ٤٠

٤۔ المومنون ١١٠

٥۔ مفردات القرآن، امام راغب اصفہانی، ج۔٢، ص۔ ٩٥٣

٦۔ https://www.almaany.com/ar/dict/ar-ar/%20/dec/2019,8:54am

٧۔
2019/12/00pm,15:atheist,7/dictionary/webster.com-www.merriam//:https

٨۔ لحاد ایک تعارف، محمد دین جوہر۔ محمد مبشر نذیر۔ حافظ محمد شارق ص ٨٩، کتاب محل، ٢٠٠٧

٩۔ ملاحظہ کریں۔ تنقیحات۔ مولانا مودودیؒ ص ١٣، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ مئی ٢٠١٦

١٠۔ الحاد ایک تعارف، محمد دین جوہر۔ مبشر نذیر۔ حافظ محمد شارق ص۔ ٩١ کتاب محل، ٢٠٠٧

١١۔ تنقیحات، مودودی ص۔ ١٤، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ مئی ٢٠١٦

١٢۔ الحاد ایک تعارف، محمد دین جوہر۔ مبشر نذیر۔ حافظ محمد شارق ص۔ ٩١، کتاب محل، ٢٠٠٧

١٣۔ تفصیل کے لیے دیکھئے۔ تنقیحات، مودودی ص۔ ١٤، ١٥، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ مئی ٢٠١٦

١٤۔ تنقیحات، مودودی، ص۔ ١٥، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ مئی ٢٠١٦

١٥۔ الحاد ایک تعارف، محمد دین جوہر۔ محمد مبشر نذیر، حافظ محمد شارق ص۔ ٤٦، کتاب محل، ٢٠٠٧

١٦۔ تنقیحات، مودودی ص۔ ١٢، مئی ٢٠١٦

١٧۔ تنقیحات، مودودی، ص۔ ١٢، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ مئی ٢٠١٦

١٨۔ الحاد ایک تعارف، ، محمد دین جوہر۔ محمد مبشر نذیر، حافظ محمد شارق ص۔ ١٢٧، کتاب محل، ٢٠٠٧

۱۹ـ
http://www.al-mawrid.org/index.php/articles_urdu/view/ilhad-e-jadid-aur-hum-one

۲۰ـ الحاد ایک تعارف، محمد دین جوہر، محمد مبشر نذیر، حافظ محمد شارق ص ۱۲۷، کتاب محل، ۲۰۱۷

۲۱ـ
https://www.conservapedia.com/Global_atheism_statistics,19/dec/209,3:13pm

۲۲ـ http://worldpopulationreview.com/countries/most-atheist-countries/

۲۳ـ http://worldpopulationreview.com/countries/most-atheist-countries/

۲۴ـ تنقیحات، مودودیؒ ص۔۱۳۹، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، ستمبر ۲۰۰۶

۲۵ـ http://forum.mohaddis.com/threads/25002 الحاد کا مقابلہ، مذہب اور جدید چیلنج

۲۶ـ
https://en.qantara.de/content/atheism-in-the-arab-world-moroccos-atheists-find-a-home-on-the-internet?nopaging=1 17/dec/2019,7:15

۲۷ـ https://en.qantara.de/content/atheism-in-the-arab-world-moroccos
-atheists-find-a-home-on-the-internet?nopaging=1
17/dec/20119,2:11

۲۸ـ الحاد ایک تعارف، محمد دین جوہر، محمد مبشر نذیر، حافظ محمد شارق، ص۔۴۷، کتاب محل، ۲۰۱۷

۲۹ـ عصر حاضر اور شریعت اسلامی، ڈاکٹر محمود احمد غازی، ص۔۲۹۰، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ۲۰۰۹ء

۳۰ـ سورۃ التوبۃ 122

۳۱ـ النحل ۴۳

۳۲ـ اجتہاد وقت کی اہم ضرورت، ص۔۲۰، دعوہ اکیڈمی

۳۳ـ عصر حاضر اور شریعت اسلامی، ڈاکٹر محمود احمد غازی، ص۔۲۹۵، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ۲۰۰۹ء

تشہیر کے اصول وضوابط

شریعتِ اسلامی کی روشنی میں تحقیقی جائزہ

حافظہ ماریہ حسن پڑھیار*

اسلام کے علاوہ جو مذاہب ہیں انہوں نے دین و دنیا کو ایک دوسرے کے مقابل کھڑا کیا ان کے نزدیک اگر وہ قربِ الٰہی کے خواہاں ہیں تو ترک دنیا کے بغیر یہ ناممکن ہے لہذا اسی عقیدہ نے رہبانیت کی بنیاد رکھی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَى آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ(۱)

ان کے بعد پھر بھی ہم اپنے رسولوں کو پے در پے بھیجتے رہے اوران کے بعد عیسی بن مریم (علیہ السلام) کو بھیجا اور انہیں انجیل عطا فرمائی اوران کے ماننے والوں کے دلوں میں شفقت اور رحم پیدا کر دیا، ہاں رہبانیت (ترک دنیا) تو ان لوگوں نے از خود ایجاد کر لی تھی، ہم نے ان پر اسے واجب نہ کیا تھا سوائے اللہ کی رضا جوئی کے۔سوانہوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی پھر بھی ہم نے ان میں سے جو ایمان لائے تھے انہیں ان کا اجر دیا اوران میں زیادہ تر لوگ نافرمان ہیں۔

یعنی قرآن نے اسے من گھڑت اور غیر فطری قرار دیا ہے اور صاف صاف اعلان کر دیا کہ اس کا مطالبہ نہ کیا گیا تھا بلکہ مطالبہ صرف رضائے الٰہی کا حصول تھا جس کے لیے رہبانیت شرط نہ تھی اس غیر فطری طریقہ کا انجام وہی ہوا جو کسی بھی غیر طبعی کشمکش کا ہوسکتا ہے۔اس لیے کہ خالق انسان کی طرف سے انسانی فطرت کے بارے میں یہ اعلان ہو چکا ہے۔

☆ ریسرچ اسکالر، شعبہ اصول الدین، کراچی یونیورسٹی

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ (۲)

مرغوب چیزوں کی محبت لوگوں کے لیے مزین کردی گئی ہے جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیئے ہوئے خزانے اور شاندار گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی، یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور لوٹنے کا اچھا ٹھکانہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا گیا:

وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ (۳)

اور بے شک یہ (انسان) مال کی محبت میں بڑا سخت ہے۔

یعنی مال کی محبت، اولاد کی محبت، سونے چاندی اور اچھی چیزوں کی طرف رغبت خالق کائنات نے فطرت انسانی میں ودیعت کی ہے۔ یہ خودساختہ خواہش یا اختیار میلانات نہیں ہیں بلکہ خالق نے ان اشیاء کی محبت اور طلب اس کے اندر پیدا کی ہے کیونکہ مال دنیا میں قیام کا ذریعہ ہے جیسا کہ اعلان کیا گیا۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا (۴)

بے عقل لوگوں کو اپنا مال نہ دو جس مال کو اللہ نے آپ کی گزران کے قائم رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے ہاں انہیں اس مال میں سے کھلاؤ، پلاؤ، پہناؤ اور انہیں معقولیت سے نرم بات کہو۔

اگر ایک طرف قرآن اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے تو دوسری طرف اس نے یہ اعلان بھی کر دیا کہ صرف سونا چاندی ہی نہیں بلکہ جس کے پیٹ سے سونا چاندی اور دیگر چیزیں نکلتی ہیں یعنی زمین کے اس کرّہ کو اٹھا کر آدمی کے دامن میں ڈال دیا گیا۔

فرمایا گیا:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (۵)

وہی ہے جس نے پیدا کیا آپ کے لیے جو کچھ زمین میں ہے پھر آسمان کی طرف قصد کیا اور ان کو ٹھیک ٹھاک سات آسمان بنایا اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

اس آیت کی روشنی میں قرآنی تعلیم پر نگاہ ڈالی جائے تو قرآن یہ نہیں کہتا کہ یہ سب کچھ آپ کے سامنے اس لیے ہے کہ دیکھا

جائے کہ آپ کس حد تک اس سے بھاگتے ہو۔
ارشاد ربانی ہے:

وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ(٦)

اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کی بھی تلاش رکھو اور اپنے دنیوی حصہ کو بھی نہ بھولو اور جیسے کہ اللہ نے آپ پر احسان کیا ہے آپ بھی احسان کرو اور زمین پر فساد نہ کرو بے شک اللہ مفسدین کو ناپسند کرتے ہیں۔
صرف زمین ہی نہیں بلکہ پوری کائنات کے حوالہ سے اعلان کر دیا گیا:

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (٧)

اور آسمان و زمین کی ہر چیز کو آپ کے تابع بنا دیا جو غور کریں یقیناً وہ اس میں بہت سی نشانیاں پالیں گے۔
آیت بالا کے ذریعے سے تو اس نے زمین ہی کو کیا عالم محسوس کے پورے نظام کو انسانی خواہشات کی خوراک بنا کر اس کے سامنے ڈال دیا کہ زمین بھی آپ کی، آسمان بھی آپ کا، ہوا بھی آپ کی، پانی بھی آپ کا، چاند بھی آپ کا، سورج اور تارے بھی آپ کے لیے ہیں غرض کہ
اسلام نے دین و دنیا میں کوئی متصادم تفریق نظام قائم نہیں کیا کہ دینداری میں دنیا ممنوع قرار پائے بلکہ انسان کی کامل ترقی میں دونوں کو جمع کرنا سکھایا چنانچہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے یہ دعا سکھائی گئی۔(٨)

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ(٩)

اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بھلائیاں عطا کیجیے اور آخرت میں بھی اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچائیے۔
اللہ کی منشاء یہی تھی انسان دنیا میں بھی رہے اور اللہ کی عبادت اور اس کی یاد سے غفلت بھی نہ برتے بلکہ وہ اس حقیقت کا مصداق ہو۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ(١٠)

ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز کے قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی، اس

دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔

انسان جب دنیا میں آباد ہو گا تو اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے کوششیں بھی کرے گا۔ ابتدائی دور میں انسان کی ضروریات بھی محدود تھیں وہ پھل کھا کر اور شکار سے اپنی ضروریات پوری کرتا تھا لیکن جیسے جیسے زندگی آگے بڑھتی گئی اس میں جدت اور ترقی آتی گئی آہستہ آہستہ اناج اُگانا سیکھا اور جو کچھ ضرورت سے زائد تھا اسے بیچ کر اپنی ضرورت کا سامان حاصل کیا، یہی تجارت کی ابتدائی شکل تھی۔

جیسے جیسے آبادیاں اور ضروریات بڑھتی گئیں طریقہ ہائے تجارت بھی بدلتے رہے۔ مختلف ادوار میں کاروبار کو قائم کرنے اس کو ترویج دینا اور لوگوں کی اس تک رسائی آسان بنانے کیلئے ہر دور میں مختلف طریقے استعمال کئے گئے ہیں۔ سابقہ ادوار میں چونکہ زندگی محدود ہوا کرتی تھی، اس لئے کاروبار کی تشہیر کا پیشہ کم اہمیت کا حامل تھا لیکن گذشتہ دو ڈھائی صدیوں سے جب دنیا ''Global village'' بن گئی اور ہر ایک کو دوسرے تک رسائی بھی آسان ہوگئی تو بین الاقوامی تجارت نے زور پکڑا جس کا تقاضا یہ تھا کہ دوسرے علاقے کے بسنے والے لوگوں کو اپنی پروڈکٹس سے آگاہ کیا جائے۔ اس آگاہی کیلئے ایڈورٹائزنگ کے شعبہ کو بے انتہا ترقی ملی اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ ایک بہت بڑا منافع بخش کاروبار بن گیا۔ اور دین اسلام چونکہ ہر دور ہر زمانے اور ہر قوم کیلئے ہے، لہٰذا یہ ممکن نہیں تھا کہ شریعت اسلامیہ کے سنہرے اصول اس نوعیت کے کاروبار سے پہلو تہی اختیار کرتے۔ (۱۱)

زیر بحث تحریر میں تشہیر کا شرعی حوالے سے جائزہ لیا جائے گا اور اس کے اصول وضوابط قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کئے جائیں گے۔

تشہیر چونکہ تجارت کا اہم جز ہے اور منافع بخش کاروبار کی صورت اختیار کر چکا ہے، لہذا نوعیت کے اعتبار سے اس کے مسائل بیع وشراء کے ضمن میں آتے ہیں۔ معاملات کے ضمن میں آنے سے اس کا بنیادی طور پر حکم جواز اور مباح کا ہے جب تک کہ کسی دلیل سے اس کی حرمت واضح نہ ہو جائے جیسا کہ فقہی اصول ہے۔

حکم الاباحة الاصلية للأشياء (۱۲)

اشیاء میں اصل اباحت ہے۔

اسی اصول کے تحت یہ بات متفرع ہوتی ہے کہ تمام عقود، معاملات اور تصرفات میں اصل حکم اباحت کا ہے جب تک کہ اس کی حرمت پر نص واقع نہ ہو۔

فرمانِ باری تعالی ہے:

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ وَإِنَّ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ (۱۳)

اور آخر کیا وجہ ہے کہ تم ایسے جانور میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان سب جانوروں کی تفصیل بتا دی ہے جن کو تم پر حرام کیا ہے، مگر وہ بھی جب تم کو سخت ضرورت پڑ جائے تو حلال ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ بہت سے آدمی اپنے خیالات پر بلا کسی سند کے گمراہ کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ حد سے نکل جانے والوں کو خوب جانتا ہے۔

نیز فرمایا گیا:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (۱۴)

''آپ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے اسباب زینت کو، جن کو اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنایا ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس شخص نے حرام کیا ہے؟ آپ کہہ دیجیے کہ یہ اشیاء اس طور پر کہ قیامت کے روز خالص ہوں گی اہل ایمان کے لیے دنیوی زندگی میں مومنوں کے لیے بھی ہے۔ ہم اسی طرح تمام آیات کو سمجھداروں کے واسطے صاف صاف بیان کرتے ہیں''۔

کاروباری تشہیر کا معاملہ بھی ایسا ہے کہ اسلام کو اس پر کوئی اعتراض نہیں، شریعت کے مجموعی دلائل چند ضوابط وقواعد، حدود وقیود کے تحت اس معاملے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ لیکن اگر یہ معاملہ اپنی شرعی حدود وقیود سے نکل جائے تو وہ شرعی رو سے ناجائز ہو جاتا ہے۔(۱۵)

فرمان باری تعالیٰ ہے:

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (۱۶)

''سود خور لوگ نہ کھڑے ہوں گے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دے یہ اس لیے کہ یہ کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہے حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام۔ جو شخص اپنے پاس آئی ہوئی

اللہ تعالیٰ کی نصیحت سن کر رک گیا اس کے لیے وہ ہے جو گزرا اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور جو پھر دوبارہ (حرام کی طرف) لوٹا وہ جہنمی ہے ایسے لوگ ہمیشہ ہی اس میں رہیں گے''۔

مذکورہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ بیع عمومی طور پر جائز اور مباح ہے اس پر اور اس کی دیگر صورتوں اور تفصیلات پر حرمت کا حکم لگانے کیلئے دلیل کی ضرورت ہے۔

کاروباری تشہیر پر جب نظر ڈالیں تو اس کی صورت بھی بیع سے قدرے مختلف نہیں بلکہ عصر حاضر میں تو یہ ایک بہت بڑا منافع بخش کاروبار ہے۔(۱۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا، فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلًا فَقَالَ: »مَا هَذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟« قَالَ أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: »أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ ا لطَّعَا مِ كَيْ يَرَاهُ ا لنَّاسُ ، مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي .(۱۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلے کی ایک ڈھیری کے پاس سے گزرے تو اپنا ہاتھ اس میں داخل کیا، آپ نے اس میں نمی محسوس کی تو فرمایا: اے غلہ کے مالک یہ کیا ہے؟ غلہ فروخت کرنے والے نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بارش کی وجہ سے گیلا ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے اس بھیگے ہوئے مال کو اوپر کیوں نہیں رکھ دیا تا کہ لوگ دیکھ سکیں، پھر فرمایا جس نے دھوکہ کیا وہ ہم سے نہیں۔

مذکورہ بالا روایت سے دو چیزیں واضح ہوئیں:

1- پروڈکٹ کو لوگوں کے سامنے پیش کرنے کا جواز۔

2- چیز کو پیش کرتے وقت دھوکہ اور فریب سے کام لینے کی ممانعت۔(۱۹)

زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لوگ تجارتی مال کی آمد کا اعلان اور تشہیر مختلف طریقوں سے کرتے تھے۔ تا کہ لوگ جمع ہو کر اپنی ضرورت کی چیزیں خرید لیں ان ذرائع میں طبل یا دف کا بجایا جانا شامل تھا۔ روایت میں آتا ہے کہ ایک تجارتی قافلہ مدینہ طیبہ کے بازار میں پہنچا اور طبل بجا کر اپنی آمد کا اعلان کیا۔ حضرت مقاتل بن حیان فرماتے ہیں کہ یہ مال تجارت وحیہ بن خلیفہ کا تھا جو جمعہ والے دن آیا اور شہر میں خبر کے لیے طبل بجنے لگا۔(۲۰)

یہ طریقے زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تجارتی اعلانات اور پروڈکٹ کی فروخت کیلئے استعمال ہوتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں شرعی قباحت نہ پاتے ہوئے لوگوں کو اس سے منع نہیں کیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ اپنی پروڈکٹ کی تشہیر شرعی حدود وقیود میں کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اپنا تجارتی سامان بیچنے کیلئے اسے بازاروں میں سجاتے، لوگوں کو اس کے خریدنے پر راغب کرنے کے لئے خود یا اپنے ملازموں اور غلاموں سے آوازیں لگواتے، لہٰذا ان کا اپنے مال کو یوں پیش کرنا اور اس پر منادی کرنا اس کی تشہیر کی ابتدائی صورت تھی جسے ہم ایڈورٹائزنگ کی ابتدائی شکل سمجھ سکتے ہیں۔ اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انکار نہیں کیا یہ اس امر کے جواز کی بڑی قوی دلیل ہے۔(۲۱)

اس کے علاوہ جب سورۃ الکوثر کا نزول ہوا تو اس سورۃ کی شان نزول کی مناسبت سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بیت اللہ شریف کی دیوار پر لٹکانے کا حکم دیا تھا اس سے دو مقاصد کی تکمیل ہوتی نظر آتی ہے پہلی وجہ یہ تھی کہ مشرکین مکہ کو یہ باور کروایا کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ خداوند تعالیٰ کا کلام ہے اور یہ کسی بشر کا قول نہیں ہے اور دوسرا پہلو اس سے اسلامی تعلیمات کی تشہیر کا نکلتا ہے۔(۲۲)

شریعت مطہرہ نے کاروبار کی تشہیر کی اجازت دی ہے لیکن چند ایسے اصول اور ضابطے مقرر کئے ہیں جن کو اختیار کر کے تاجر غیر شرعی چیزوں سے بچ سکتا ہے۔

شریعت اسلامیہ میں تمام معاملات کی بنیاد صداقت پر ہے اور ایک مسلمان سے تقاضا ہے کہ وہ اپنے تمام معاملات اقوال وافعال میں سچائی کو اختیار کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا(۲۳)

’’اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سیدھی سیدھی (سچی) بات کرو تا کہ اللہ آپ کے کام سنوار دے اور آپ کے گناہ معاف فرمادیں اور جو بھی اللہ اور رسول کی تابعداری کرے گا اس نے بڑی مراد پالی‘‘۔

دیگر معاملات کی طرح تجارتی معاملات میں بھی اس پر بالخصوص توجہ دلائی گئی اور سچائی پر اجر عظیم کی نوید بھی سنائی گئی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ، وَالصِّدِّيقِينَ، وَالشُّهَدَاءِ(۲۴)

''سچا اور امانتدار تاجر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا''۔

تاجر کو تجارت میں بھی اور اپنے مال کی ایڈورٹائزنگ میں بھی سچائی اختیار کرنی چاہیے۔ سچائی ایک ایسی صفت ہے جس سے رزق میں برکت اور بڑھوتری ملتی ہے جیسا کہ سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " البَيِّعَانِ بِالخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، - أَوْ قَالَ: حَتَّى يَتَفَرَّقَا - فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا(۲۵)

بیچنے والے اور خریدنے والے کو اختیار ہے جب تک کہ دونوں جدا نہ ہوں اگر دونوں سچ بولیں اور صاف صاف بیان کریں تو ان دونوں کی بیع میں برکت ہوگی اور اگر دونوں نے چھپایا اور جھوٹ بولا تو ان دونوں کی بیع کی برکت ختم کردی جائے گی۔

جو انسان اپنا مال فروخت کے لیے پیش کرے، ضروری ہے کہ وہ فروخت کی جانے والی چیز کے تمام عیوب خفیہ اور ظاہری گاہک کے سامنے بیان کردے، کوئی چیز چھپائے نہیں اور اگر چھپایا تو وہ ظالم، خائن اور دھوکے باز ٹھہرے گا۔(۲۶)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ بَاعَ مِنْ أَخِيهِ بَيْعًا فِيهِ عَيْبٌ إِلَّا بَيَّنَهُ لَهُ(۲۷)

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو کوئی عیب دار چیز فروخت کرے سوائے اس کے کہ سودے کا عیب بیان کردے''۔

لہذا ایک تاجر کے لیے ضروری ہے کہ وہ تجارت میں سچائی کا دامن ہرگز نہ چھوڑے اور ان معاملات سے دور رہے جن سے شریعت اسلامیہ نے بچنے کی تعلیم دی ہے۔

ایڈورٹائزنگ تجارت ہی کا اہم عنصر ہے لہذا شریعت کی رو سے جن اشیاء کی خرید وفروخت اور جن سے نفع اٹھانا حرام ہے ان کی تشہیر بھی حرام ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

إِنَّ اللَّـهَ وَرَسُولَـهُ حَرَّمَ بَيْعَ الخَمْرِ، وَالمَيْتَةِ وَالخِنْزِيرِ وَالأَصْنَامِ «، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ شُحُومَ المَيْتَةِ، فَإِنَّهَا يُطْلَى بِهَا السُّفُنُ، وَيُدْهَنُ بِهَا الجُلُودُ، وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ؟ فَقَالَ: »لاَ، هُوَ حَرَامٌ«، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ: »قَاتَلَ اللَّهُ اليَهُودَ إِنَّ اللَّهَ لَمَّا حَرَّمَ شُحُومَهَا جَمَلُوهُ، ثُمَّ بَاعُوهُ، فَأَكَلُوا ثَمَنَهُ(۲۸)

’’یقیناً اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب (خمر) مردار، خنزیر اور مورتیوں کی خرید وفروخت کو حرام قرار دیا ہے کہا گیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مردہ جانور کی چربی کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جن کے ذریعے لکڑی کی کشتیوں کی پیوندکاری کی جاتی ہے اور کھالوں کو دھن دیا جاتا ہے (تاکہ وہ نرم پڑ جائیں) اور لوگ ان کے ذریعے روشنی حاصل کرتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں وہ (چربی کی خرید وفروخت) بھی حرام ہے۔ پھر اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ یہودیوں کو ہلاک و برباد کرے جن پر اللہ نے چربیوں کو حرام قرار فرمایا تھا مگر انہوں نے اسے پگھلا کر بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔‘‘

ثابت ہوا کہ جن اشیاء کا کھانا حرام ہے ان سے نفع اٹھانا بھی جائز نہیں۔

ایڈورٹائزنگ کمپنیاں اور متعلقہ تمام ادارے اس کی پاسداری کریں حرام چیز کا نہ ایڈ تیار کیا جائے، نہ اس کی تشہیر کے لئے جگہ دی جائے اور نہ ہی اسے نشر کیا جائے، جس چیز کا استعمال گناہ ہے یقیناً اس کی ترغیب دینا بھی گناہ ہے اور اگر ایسا ہوا تو تمام لوگ جرم میں برابر کے شریک ہوں گے۔(۲۹)

فرمان باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنْ رَبِّهِمْ وَرِضْوَانًا وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ(۳۰)

’’اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے شعائر کی بے حرمتی نہ کرو، نہ ادب والے مہینوں کی نہ حرم میں قربان ہونے والے اور پٹے

پہنائے گئے جانوروں کی جو کعبہ جا رہے ہوں، اور نہ ان لوگوں کی جو بیت اللہ کے قصد سے اپنے رب تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضا جوئی کی نیت سے جا رہے ہوں ہاں جب تم احرام اتار ڈالو تو شکار کھیل سکتے ہو، جن لوگوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا تھا ان کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم حد سے گزر جاؤ، نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم زیادتی میں مدد نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو، بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

ہمارا دین حیا اور عفت و پاکیزگی کا دین ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّـهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الأَنْصارِ، وَهُوَ يَعِظُ أَخاهُ فِي الحَياءِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »دَعْهُ فَإِنَّ الحَيَاءَ مِنَ الإِيمَانِ« (۳۱)

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری مرد پر گزرے اور وہ اپنے بھائی کو سمجھا رہا تھا کہ اتنی شرم کیوں کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا اسے چھوڑ دو اس لیے کہ حیا ایمان ہی کی ایک شاخ ہے۔''

اسلام کا امتیاز یہی ہے کہ اس نے نہ صرف برائیوں سے روکا ہے بلکہ اس تک جانے والے راستوں سے بھی روکا ہے۔

فرمان الٰہی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَى مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۳۲)

''اے ایمان والو! شیطان کے قدم بقدم نہ چلو، جو شخص شیطان کے قدموں کی پیروی کرے گا تو وہ اسے برائی اور فحاشی کا ہی حکم کرے گا اور اگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی کبھی بھی پاک صاف نہ ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ جسے پاک کرنا چاہے کر دیتا ہے اور اللہ سب سننے والا سب جاننے والا ہے''۔

لہٰذا تشہیر میں ایسا مواد استعمال نہ کیا جائے جو جنسی جذبات کو برانگیختہ کرے، جیسے غیر محرم سے اختلاط، نمائش بدن کیونکہ اس طرح کی تشہیر اور اعمال میں معاشرہ کی تباہی، اخلاقیات کی بربادی اور فحاشی کو پھیلانے کا عندیہ موجود ہے۔

جو لوگ معاشرہ میں فحاشی کو پروموٹ کرتے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ موجود ہے۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ يُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِيۡعَ الۡفَاحِشَةُ فِى الَّذِيۡنَ آمَنُوۡا لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ (۳۳)

''جولوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اللہ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے''۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں فحاشی اور برائی پھیلانے والوں کی سزا کا تذکرہ کیا ہے وہیں جب مومنین کی صفات اور خوبیاں بیان کی ہیں تو ایک خوبی یہ بھی بیان کی ہے کہ لغویات سے گریز کرتے ہیں اور نامناسب جگہ سے گزر ہو تو اس کا حصہ نہیں بنتے۔

وَالَّذِينَ لَا يَشۡهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغۡوِ مَرُّوا كِرَامًا(۳۴)

''(اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں) جو جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے اور کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہو جائے عزت کے ساتھ گزر جاتے ہیں''۔

دین اسلام کی بنیاد نصیحت اور خیر خواہی ہے۔

عَنۡ جَرِيرِ بۡنِ عَبۡدِ اللَّهِ، قَالَ: بَايَعۡتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمۡعِ وَالطَّاعَةِ، فَلَقَّنَنِي: »فِيمَا اسۡتَطَعۡتُ وَالنُّصۡحِ لِكُلِّ مُسۡلِمٍ«(۳۵)

''حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے اور اطاعت کرنے کی بیعت کی تو آپ نے مجھے اس کی تلقین کی کہ جتنی مجھ میں طاقت ہو اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی بیعت کی''۔

تمام معاملات کی بنیاد دوسرے مسلمان بھائی کی خیر خواہی کی ہے لہٰذا خرید وفروخت میں بھی اسی کو بنیاد بنایا جائے گا۔ اسلام نے جن اخلاقِ فاضلہ کی تعلیم دی ہے اس میں نمایاں اخلاق یہ بھی ہے کہ انسان کو اپنے دوسرے بھائی کیلئے ہمیشہ مثبت اور اچھی سوچ رکھنی چاہیے، ایثار اور قربانی کے جذبہ سے سرشار رہنا چاہیے اس کے ساتھ ساتھ باہمی تعلق ومحبت کو فروغ دینے کی تعلیم دی ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيۡنَ تَبَوَّئُوا الدَّارَ وَالۡإِيۡمَانَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ يُحِبُّوۡنَ مَنۡ هَاجَرَ إِلَيۡهِمۡ وَلَا يَجِدُوۡنَ فِيۡ صُدُوۡرِهِمۡ حَاجَةً مِّمَّآ اُوۡتُوۡا وَيُؤۡثِرُونَ عَلٰى اَنۡفُسِهِمۡ وَلَوۡ كَانَ بِهِمۡ خَصَاصَةٌ وَمَنۡ يُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ(۳۶)

''اور (ان کے لئے) جنہوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی اور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ خود

اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کتنی ہی سخت حاجت ہو (بات یہ ہے) کہ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب ہے''۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »لا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ« (۳۷)

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ جو وہ اپنے لیے چاہتا ہے اپنے بھائی کے لیے چاہتا ہو''۔

منافست اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے سے شریعت نے منع نہیں کیا لیکن یہ ضابطہ مقرر کر دیا کہ اس منافست اور رسہ کشی میں کسی دوسرے مسلمان بھائی کی ساکھ مجروح نہیں ہونی چاہئے اور نہ اس کو کسی قسم کا نقصان پہنچنا چاہئے۔ تاکہ معاشرے میں الفت ومحبت کی فضا پروان چڑھے اور بغض وحسد کی فضا معدوم ہو۔ لیکن دور حاضر میں بالعموم تب تک اپنی پروڈکٹ کو کامیاب تصور نہیں کیا جاتا جب تک دوسروں کی پروڈکٹ کے نقائص بیان نہ کردئے جائیں تقابل کے بغیر اپنی تشہیر کو نامکمل سمجھا جاتا ہے دوسرے کو خراب کہہ کر خود کو صحیح ثابت کرنے کا طریقہ بہت رواج پا چکا ہے۔ جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

»لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ« (۳۸)

''نہ کسی کو نقصان دو نہ تمہیں نقصان دیا جائے''۔

اس لئے ایک مسلمان اور مومن تاجر کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنی پروڈکٹ کی ایڈورٹائزنگ کرے لیکن دوسرے مسلمان بھائیوں کی تنقیص کئے بغیر اوران کی چیزوں سے مقارنہ کئے بغیر ورنہ کہیں اس حدیث کی ضمن میں آسکتے ہیں۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: »لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ« (۳۹)

''آپ میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے''۔

عقیدہ مسلمان کی زندگی کا سب سے اہم ترین سرمایہ ہے، اس کے بغیر ایمان اور اسلام کی سلامتی خطرے میں پڑ جاتی ہے، لہٰذا کسی بھی ایسی پروڈکٹ کی تشہیر نہ کی جائے جس سے مسلمان کے اخلاق اور اس کا عقیدہ متاثر ہو۔ اس میں سب سے بنیادی چیز غیر اللہ کے عرس واعیاد کیلئے اپنا پلیٹ فارم مہیا کرنا، بروشر شائع کرنا، یا ایسے حیاباختہ مشاعروں کی تشہیر کرنا جس میں تمام اخلاقی واعتقادی حدوں کو پامال کردیا جاتا ہے، یا ایسے پروگراموں یا جرائد میں اشتہار دینا جن میں علم نجوم سے متعلق یا غیبی معاملات

سے متعلق بحث کی جاتی ہو۔

اسلام نے فضول خرچی سے منع فرمایا ہے اور یہ ان اعمال میں سے ہے جو کہ اللہ کو ناپسند ہیں۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَهُوَ الَّذِی أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكُلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ (۴۰)

''اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کئے وہ بھی جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور وہ بھی جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی جن میں کھانے کی چیزیں مختلف طور کی ہوتی ہیں اور زیتون اور انار جو باہم ایک دوسرے کے مشابہ بھی ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے مشابہ نہیں بھی ہوتے، ان سب کے پھلوں میں سے کھاؤ جب وہ نکل آئے اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن دیا کرو اور حد سے مت گزرو یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے''۔

نیز فرمایا:

إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا (۴۱)

''بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے''۔

لہذا ایک مومن تاجر کے لیے ضروری ہے کہ وہ تشہیر میں اس امر کا خیال رکھے کہ اسراف نہ ہو کیونکہ ایک طرف تو یہ اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے تو دوسری طرف اس کا اثر معاشرہ میں قیمت کی گرانی پر بھی ہوتا ہے اور کساد بازاری کی فضا بھی عام ہوتی ہے۔

شریعتِ اسلامیہ میں تجارت کے حوالے سے یہ ضابطہ دیا گیا ہے کہ وہ فریقین کی باہمی رضامندی پر مبنی ہونی چاہئے اور رضا کیلئے ضروری ہے کہ انسان مکمل طور پر فکری وجسمانی لحاظ سے آزاد ہو اسے کسی چیز کے سودے پر حسی یا معنوی طور پر مجبور نہ کیا جائے۔ اکراہ اور مجبوری عمومی طور پر دو طرح سے ہوتی ہے۔ ایک تو کسی انسان کو جسمانی طور پر کسی دباو کے تحت کوئی چیز خریدنے پر مجبور کیا جائے۔ یہ صورت تو موجودہ تجارت میں تقریبا نہ ہونے کے برابر ہے لیکن دوسری قسم یہ کہ انسان کو مسمرائز (Mesmerize) اور ہپناٹائز (Hypnotize) کرکے کوئی چیز خریدنے پر مجبور کیا جائے۔ ہمارے معاشرے میں پراڈکٹس کے فوائد بتلا کر ان کو خریدنے کی ترغیب پیدا کرنے کا کام بھی کیا جاتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ زیادہ زور اس بات پر ہے کہ لوگ اپنی عقل ودانش کے تحت تجزیہ کرکے نہیں بلکہ اپنے جذبات کے ہاتھوں ان پروڈکٹس کو خریدنے پر مجبور

ہو جائیں۔اس مقصد کے لئے ہر برانڈ کو کسی مخصوص جذبے مثلاً دوستی، عشق ومحبت، مامتا، اپنائیت، ذہنی سکون، ایڈونچر حتی کہ جنسی خواہش کے ساتھ وابستہ کردیا جاتا ہے۔جن افراد میں یہ جذبات شدت سے پائے جاتے ہیں، اشتہارات ان کے انہی جذبوں میں تحریک پیدا کرتے ہیں اوراس کے ذریعے انہیں اپنا برانڈ خریدنے پر مجبور کرتے ہیں۔

لہٰذا لوگوں کی عقلوں کو زیر قبضہ کرکے، خریداری کے سحر میں گرفتار کرکے ان سے مرضی کی قیمتیں اینٹھنا اورانہیں نہ چاہتے ہوئے بھی خریدنے پر مجبور کرنا اسلامی روح سے متصادم ہے۔(۴۲)

اسلام نے اخلاقی تعلیمات پر تجارت کی عمارت کھڑی کی ہے یہی وہ صاف ستھرا طریقہ ہے جو انسانوں کی دنیا اور آخرت میں بھلائی اور خوشحالی کا ضامن ہے۔دنیا میں اس کا فائدہ یہ ہے کہ معاملات کرنے والوں میں اختلاف نہ ہوگا، ایک فریق دوسرے پر ظلم نہ کرے گا، معاشی وسائل وذرائع چند لوگوں کے لیے سامان عشرت مہیا کرکے باقی لوگوں کے لیے باعث مصیبت نہ بن سکے۔(۴۳)

باطل اور حرام طریقوں پر معاملہ کرنے میں دنیا میں بھی نقصان ہوتا ہے کسی ایک فریق کی حق تلفی ہوتی ہے اوراس پر ظلم ہوتا ہے اور معاشرہ بربادی کی طرف جاتا ہے اس لیے کہ ظلم کے ساتھ معاشرہ پروان نہیں چڑھ سکتا اور آخرت میں بھی دائمی عذاب اور خسارہ مقدر ہے۔

جیسا کہ فرمایا گیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا (۴۴)

''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ مگر یہ کہ آپس کی رضامندی سے خرید وفروخت ہو اوراپنی جانوں کو قتل نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ آپ سے بے انتہا محبت فرمانے والے ہیں اور جو شخص بھی سرکشی اور ظلم کرے گا تو عنقریب ہم اس کو آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ پر آسان ہے''۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مشہور شاگرد امام محمد رحمہ اللہ سے کسی نے کہا کہ آپ زہد وتقویٰ کے بارے میں کوئی کتاب کیوں نہیں تصنیف کردیتے۔اس پر انہوں نے جواب دیا میں نے خرید وفروخت پر ایک کتاب تصنیف کردی ہے۔جس میں حلال ذریعے، حصول رزق کے اختیار کرنے اور حرام طریقوں سے پرہیز کرنے کا ذکر ہے، زہد وتقویٰ اسی کو کہتے ہیں۔(۴۵)

مراجع وحواشی:

۱۔ القرآن الکریم،سورۃ نمبر:57،آیت نمبر:14
۲۔ القرآن الکریم،سورۃ نمبر:3،آیت نمبر:14
۳۔ القرآن الکریم،سورۃ نمبر:100،آیت نمبر:8
۴۔ القرآن الکریم،سورۃ نمبر:4،آیت نمبر:5
۵۔ القرآن الکریم،سورت نمبر:۲،آیت نمبر۲۹
۶- القرآن الکریم،سورۃ نمبر:28،آیت نمبر:77
۷- القرآن الکریم،سورۃ نمبر:45،آیت نمبر:13
۸۔ یوسف الدین محمد،اسلام کے معاشی نظریئے،صفحہ نمبر۱۳۰تا۱۳۲،ج:اول،اشاعت دوم مطبع ابراھیمیہ حیدر آباد دکن
۹- القرآن الکریم،سورۃ نمبر:2،آیت نمبر:201
۱۰- القرآن الکریم،سورۃ نمبر:24،آیت نمبر:37
۱۱۔ گورایہ،خالد حسین،ایڈورٹائزنگ کے شرعی اصول وضوابط،صفحہ نمبر:۳۲۶۔۳۲۷سہ ماہی البیان،سلسلہ نمبر۶/۷ جنوری تا جون۲۰۱۳ کراچی
۱۲۔ الوجیز فی اصول الفقہ،صفحہ نمبر:۲۶۸
۱۳- القرآن الکریم،سورۃ نمبر:6،آیت نمبر:119
۱۴- القرآن الکریم،سورۃ نمبر:7،آیت نمبر:32
۱۵۔ ایڈورٹائزنگ کے شرعی اصول وضوابط،صفحہ نمبر:۳۲۹،سہ ماہی البیان
۱۶- القرآن الکریم،سورۃ نمبر:2،آیت نمبر:275
۱۷۔ ایڈورٹائزنگ کے شرعی اصول وضوابط،صفحہ نمبر۳۳۰،سہ ماہی البیان
۱۸۔ صحیح مسلم،کتاب الإیمان،باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من غشنا فلیس منا،حدیث نمبر:۱۰۲،صفحہ نمبر:۶۹۵
۱۹۔ ایڈورٹائزنگ کے شرعی اصول وضوابط،صفحہ نمبر:۳۳۱

۲۰۔ ابن کثیر، عماد الدین، تفسیر ابن کثیر، مترجم: مولانا محمد صاحب جونا گڑھی، صفحہ نمبر: ۳۴۰، ج: ۵، عبداللہ اکیڈمی اردو بازار لاہور

۲۱۔ ایڈورٹائزنگ کے شرعی اصول وضوابط، صفحہ نمبر: ۳۳۲

۲۲۔ اشتہاریات، صفحہ نمبر: ۳۳۲

۲۳۔ القرآن الکریم، سورۃ نمبر: 33، آیت نمبر: 70-71

۲۴۔ ترمذی، ابواب البیوع، باب ترغیب التجار فی الصدق، حدیث: ۲۰۹، صفحہ نمبر: ۱۷۷۲، بحوالہ موسوعۃ الحدیث الشریف الکتب الستۃ

۲۵۔ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب اِذا بین البیعان ولم یکتما ونصحا، حدیث نمبر: ۲۰۷۹، صفحہ نمبر: ۱۶۲، بحوالہ موسوعۃ الحدیث الشریف الکتب الستۃ

۲۶۔ ایڈورٹائزنگ کے شرعی اصول وضوابط، صفحہ نمبر: ۳۳۴

۲۷۔ ابن ماجہ، ابواب التجارۃ، باب من باع عیباء فلیبینہ، حدیث نمبر: ۲۲۴۶، صفحہ نمبر: ۲۶۱۱، بحوالہ: موسوعۃ الحدیث الشریف الکتب الستۃ

۲۸۔ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب بیع المیتۃ والأصنام، حدیث نمبر ۲۲۳۶، صفحہ نمبر: ۱۷۳، بحوالہ موسوعۃ الحدیث الشریف الکتب الستۃ

۲۹۔ ایڈورٹائزنگ کے شرعی اصول وضوابط، صفحہ نمبر: ۳۳۷

۳۰۔ القرآن الکریم، سورۃ نمبر: ۵، آیت نمبر: ۲

۳۱۔ صحیح بخاری، کتاب الإیمان، باب الحیاء من الإیمان، حدیث نمبر: ۲۴، صفحہ نمبر: ۴، بحوالہ موسوعۃ الحدیث الشریف الکتب الستۃ

۳۲۔ القرآن الکریم، سورۃ نمبر: ۲۴، آیت نمبر: ۲۱

۳۳۔ القرآن الکریم، سورۃ نمبر: ۲۴، آیت نمبر: ۱۹

۳۴۔ القرآن الکریم، سورۃ نمبر: ۲۵، آیت نمبر: ۷۲

۳۵۔ صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب کیف یبایع الامام الناس، حدیث نمبر: ۷۲۰۴، صفحہ نمبر: ۶۰۰، بحوالہ موسوعۃ الحدیث الشریف الکتب الستۃ

۳۶۔ القرآن الکریم، سورۃ نمبر:۵۹، آیت نمبر:۹

۳۷۔ صحیح بخاری، کتاب الإیمان، بامن الإیمان أن یحب لأخیہ مایحب لنفسہ، حدیث نمبر:۱۳، صفحہ نمبر:۳

۳۸۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الاحکام، باب من بنی فی حقہ مایضر بجارہ، حدیث نمبر:۲۳۴۰، صفحہ نمبر:۲۶۱۷

۳۹۔ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم بیع الرجل علی بیع أخیہ، حدیث نمبر:۱۴۱۲، صفحہ نمبر:۹۳۹

۴۰۔ القرآن الکریم، سورۃ نمبر:۶، آیت نمبر:۱۴۱

۴۱۔ القرآن الکریم، سورۃ نمبر:۱۷، آیت نمبر:۲۷

۴۲۔ ایڈورٹائزنگ کے شرعی اصول وضوابط، صفحہ نمبر:۳۴۲۔۳۴۳

۴۳۔ اسلامی فقہ، صفحہ نمبر:۴۷۸

۴۴۔ القرآن الکریم، سورۃ نمبر:۴، آیت نمبر:۲۹۔۳۰

۴۵۔ اسلامی فقہ، صفحہ نمبر:۴۹۷

سیرتِ طیبہ ﷺ کی روشنی میں خارجہ پالیسی کے اہم نکات

تحقیقی مطالعہ

لاریب*

تاریخ کے ہر دور میں مذہب نے انسانیت کی رہنمائی کی ہے لیکن فی الوقت دنیائے انسانیت کو دستیاب فکری سرمائے میں الہامی وغیرالہامی مذاہب کی تعلیمات پر تنقیدی نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ ایک طرف مذاہبِ عالم اپنی غیر عقلی اور غیر فطری تعلیمات کی وجہ سے تاریخ کا حصّہ بنتے جارہے ہیں اور دوسری طرف وہ قوانین جو محض انسان کی عقل و دانش اور نتائج فکر کا نتیجہ ہیں، مختلف گروہی مفادات کے تابع ہونے کی وجہ سے عصری تہذیبی کشمکش کا اصل سبب ہیں۔ خالص سیاسی ضرورتوں اور معاشی مفادات کے حامل جن قوانین اور اصولوں پر امن عالم کی عمارت کھڑی کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں، اس کی بنیادوں سے اُٹھنے والے تعفن کو ہر سلیم الفطرت انسان محسوس کرسکتا ہے۔ امریکہ اور یورپ عالم انسانیت کو امن و انصاف مہیا کرنے میں ناکام ہوئے ہیں اور اس ناکامی کا سبب یہ حقیقت ہے کہ ان میں سے کسی کے پاس بھی وہ اصول موجود نہیں جو عالمی برادری کے آئیڈیل کو زیر عمل لاسکیں اور نتیجہ خیز بناسکیں۔ مغرب کے ذہن اور اس کی ثقافت کی سطح ''قوم'' کے تصور سے کبھی بلند نہیں ہوسکی۔ عالمی طاقتوں کے قومی مفادات نے پوری انسانیت کو تباہی کے دہانے پر کھڑا کررکھا ہے۔(۱)

حقیقت یہ ہے کہ آج اکیسویں صدی میں بھی بین الاقوامی سیاست جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے اصول پر قائم ہے اسی اصول نے نئے عالمی منظر میں گلوبلائزیشن کو عفریت کی شکل دے دی ہے۔ جس کے سامنے نہ صرف ریاست کی حیثیت ثانوی ہوکر

☆ ریسرچ اسکالر، شعبہ اسلامک ہسٹری، کراچی یونیورسٹی

رہ گئی ہے بلکہ یہ سیلاب قوموں کی زبان، کلچر اور ان کی شناخت کو بھی ختم کرنے پر تلا ہوا ہے، جس کے نتیجے میں اقوامِ عالم ایک طرح کے اضطراب اور ہیجان میں مبتلا ہیں۔ ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ سیرتِ طیبہ ﷺ کا مطالعہ عصری تناظر میں کیا جائے۔ اسلام روزِ اول ہی سے عالمگیریت کا داعی ہے۔ اس دعویٰ کی سچائی ثابت کرنے کے لیے یہ ایک بہترین دور ہے۔ آج دنیا کو ایسے بین الاقوامی نظام کی اشد ضرورت ہے جو ظلم سے پاک ایک عادلانہ اور پائیدار امن قائم کرے جو اقوامِ عالم کے مذہبی، ثقافتی، عمرانی اور اقتصادی تنوعات اور امتیازات کا جواز تسلیم کرے اور اپنے قانون کی بنیاد ان کی اس مشترکہ ضرورت پر رکھے کہ اقوامِ عالم اپنی زندگیوں کو اپنی مرضی کے مطابق انصاف اور آزادی کے ماحول میں منظم کریں۔ ایک ایسا عالمی نظام جس میں بین الاقوامی انصاف سب کے لیے قابلِ حصول ہو، خواہ وہ حکومتیں ہوں یا ادارے، فرقے ہوں یا افراد جب تک اس طرح کا بین الاقوامی نظام وجود پذیر نہ ہو دنیا کو امن نصیب نہیں ہو سکتا۔ اسلام جس طرح زندگی کے تمام معاملات میں میانہ روی اور اعتدال کا قائل ہے، عالمی امن کے قیام میں بھی اسلام کی تعلیمات عقلی اور فطری تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اسلام نے عالمی امن کی بنیاد مخصوص اقوام کے مادی اور معاشی مفادات کے بجائے پوری انسانیت کی فلاح کے اصول پر رکھی ہے۔ (۲)

بین الاقوامی تعلقات کو عموماً خارجہ پالیسی کہا جاتا ہے۔ خارجہ پالیسی دو الفاظ پر مشتمل ہے (خارجہ، پالیسی)، 'خارجہ' عربی زبان کا لفظ ہے اور جبکہ 'پالیسی' انگریزی زبان کا لفظ ہے۔ خرج، یخرج سے نکلنے کے معنی ہیں، باہر کے ہیں تو خارجہ سے مراد "باہر والی چیز"۔ پالیسی، انگریزی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی حکمتِ عملی اور راہِ عمل کے ہیں۔ (۳)

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہر فردِ انسانی اپنی ضروریات کی تکمیل کے سلسلے میں دوسرے انسان کا محتاج ہے عین اسی طرح ریاست بھی اپنی بقاء، تحفظ اور ارتقاء کے سلسلہ میں دوسری ریاست کی محتاج ہے۔ ان بین الاقوامی تعلقات کو خارجہ پالیسی کا نام دیا جاتا ہے۔ بین الاقوامی تعلقات ریاست کے مفادات کا تحفظ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے ارتقاء میں معاون ثابت ہوتے ہیں نیز مملکت کی معیشت کو فروغ دینے اور اس کی سالمیت کو برقرار رکھنے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں نیز ضرورت پیش

آنے پر اپنے دفاع کے لیے ذرائع تیار کرنے میں بھی معاونت کرتے ہیں۔(۴) دفاعی ضرورت کے سلسلے میں قرآن مجید میں بھی رہنمائی کی گئی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللهِ وَعَدُوَّكُمْ ''(۵)

ترجمہ: اوران کے لیے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو کہ ان سے ان کے دلوں میں دھاک سے بٹھاؤ، جو اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن ہیں۔

اقوامِ عالم کی خارجہ پالیسیوں کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ ان سب کی بنیاد خود غرضی، ذاتی مفاد، جنگ وجدل اور دوسری اقوام پر غلبہ حاصل کرنے پر مبنی تھی لیکن اس کے برعکس آپ ﷺ کی قائم کردہ ریاست کی خارجہ پالیسی ہر لحاظ سے مکمل اور جامع ہے اس میں صرف جنگ کے قوانین ہی نہیں ہیں بلکہ جملہ شعبۂ ہائے زندگی پر محیط نظر آتی ہے۔(٦)

یہ بھی تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام سے پہلے مکہ کی شہری ریاست میں قصی بن کلاب ہی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے زمانہ ماقبل اسلام میں صیغہ خارجہ تعلقات کی بنیاد ڈالی۔اور سب سے پہلے مکہ کی شہری ریاست کو کئی اداروں میں نہ صرف تقسیم کیا بلکہ داخلی پالیسی کے علاوہ، خارجہ تعلقات سے متعلقہ شعبہ جات بھی قائم کیے جن کی مثال دارالندوہ ہے جہاں بیٹھ کر حالتِ امن و جنگ میں عرب خصوصاً قریش پیش آمدہ حالات اور خطے میں امن واستحکام کے لیے اجلاس بھی منعقد کرتے اور قانون بین الاقوام اور میثاقِ اقوام کے لیے تبدیلیوں کے فیصلے بھی کرتے جن میں حریف وحلیف کا فیصلہ بھی کیا جاتا۔خارجہ پالیسی کے اہداف اور مقاصد بھی طے کیے جاتے۔چنانچہ آپ ﷺ کو مکہ کے ابتدائی سالوں میں ایسے مواقع میسر آئے جن کا تعلق اقوام اور قبائل کے خارجہ تعلقات، روابط اور معاہدات سے تھا اس لیے آپ ﷺ نے ان میں بھرپور شرکت کی جیسا کہ حلف الفضول، واقعہ حجرِ اسود، ہجرتِ حبشہ، معاہدہ طائف کے لیے بھرپور سعی کی۔(۷)

مسلمانوں کی مدینہ ہجرت کے بعد جب حضرت محمد ﷺ نے اسلامی ریاست کی بنیاد ڈالی تو ریاست کے استحکام کو مستحکم کرنے کے لیے آپ ﷺ نے سب سے پہلے انصار اور مہاجرین کے درمیان مواخاۃ کا رشتہ قائم کیا۔عقد مواخاۃ کی صورت میں

مسلمان مہاجرین کی مدینہ میں آبادکاری کی گئی۔علاوہ ازیں مکی اور مدنی مسلمانوں کی شیرازہ بندی ممکن ہوئی۔(۸)عقدِ مواخاۃ (۹) کے بعد دستورِ مدینہ سے ایک غیر سیاسی، منتشر اور غیر منضبط معاشرے کو ایک منظم اور متحد سیاسی معاشرے میں تبدیل کرنے کے عمل کی بنیاد رکھ دی گئی۔(۱۰)ان معاہدات کے بعد آپ ﷺ نے ریاست کو مستحکم کرنے کے لیے آپ ﷺ نے سب سے پہلے ان قبائل سے رابطے کیے جو مدینہ (اسلامی ریاست) کے مغرب میں تجارتی راستے پر آباد تھے۔اس ضمن میں بنوضمرہ، بنومدلج، غفار اسلم، جہینہ وغیرہ قبائل سے حلیفی اور جنگ بندی کے معاہدات کئے گئے۔ان معاہدات سے آپ ﷺ نے مدینہ کی دفاعی پوزیشن کو مستحکم کیا۔ان معاہدات سے اسلامی ریاست کے حلیف وجود میں آئے۔اسلامی ریاست کا خارجی استحکام ممکن ہوا اور اسلام کی ترویج میں اضافہ ہوا علاوہ ازیں مدینہ کے اردگرد کے قبائل میں اسلامی ریاست کے اثرات پھیلے۔(۱۱)دفاعی دستے تیار کیے جو قریش کے تجارتی قافلوں پر نظر رکھتے تھے۔۶ھ میں حدیبیہ کا معاہدہ مسلمانوں اور قریش مکہ کے درمیان طے پایا۔معاہداتِ نبوی میں صلح حدیبیہ انتہائی اہم حیثیت کا حامل ہے کفارِ مکہ اور مسلمانوں کے درمیان جنگ بندی کا یہ معاہدہ دس سال کے لیے طے پایا تھا۔(۱۲)اس معاہدے سے پہلی مرتبہ عرب میں مسلمانوں کی ایک سیاسی اور مذہبی حیثیت کو تسلیم کر لی گئی۔اسلامی ریاست داخلی اور خارجی طور پر نہایت مستحکم ہوئی۔بہت سارے قبائل نے برملا اسلامی ریاست کے ساتھ حلیفی کے تعلقات قائم کیے۔صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اطرافِ عرب میں مختلف بادشاہوں کی طرف مکاتب ارسال کیے۔ان میں قیصرِ روم، کسرائے ایران، حبشہ کا بادشاہ نجاشی (۱۳)،عزیزِ مصر مقوقس، رئیس یمامہ، ہوزہ اور رئیس غسان حارث شامل تھے۔یہ مکاتب دستوری نوعیت کے تھے۔(۱۴)ان کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ان کے ذریعے سے اسلام حکومتی اور ملکی سطح پر دوسرے ممالک میں ایک دم متعارف ہوا۔(۱۵)

ریاستِ مدینہ کی ان سرگرمیوں کا اجراء ''صیغہ خارجہ'' سے ہوتا ہے اور اس کے تحت بیرونی ملکوں سے خط وکتابت، سفارتی تبادلہ اور معاہدات کا انعقاد جیسے اہم امور انجام دیئے جاتے تھے۔اس شعبے میں ایسے لوگ خاص طور پر مقرر کیے گئے تھے جن کا کام غیر ملکی دستاویزات وخطوط کا مطالعہ وترجمہ، گفتگو کی صورت میں ترجمانی اور امراء کے نام پیغامات کا جواب دینا تھا۔اس سلسلے

میں دو اشخاص قابلِ ذکر تھے ایک حضرت عبداللہ بن ارقمؓ دوسرے حضرت زید بن ثابتؓ تھے جو وحی الٰہی کی کتابت کے علاوہ اوّل الذکر کی طرح ملوک ورؤسا کو خطوط بھی لکھتے تھے۔ جب یہ دونوں موجود نہ ہوتے تھے تو رسول اکرم ﷺ یہ خدمت کسی اور تربیت یافتہ شخص کے سپرد کر دیتے تھے۔

جہاں تک غیر ملکی زبانوں کو سیکھنے اور جاننے کا تعلق ہے تو سیرت طیّبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اس کی ترغیب دی بلکہ بعض اوقات حکم بھی دیا جس کے نتیجے میں مختلف صحابہ کرامؓ نے پوری تندہی سے آپ ﷺ کے ارشادات کو عملی جامہ پہنایا۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ نے بعض غیر ملکی زبانوں کو صرف سترہ دنوں میں سیکھ لیا تھا اور کتاب یہود کی تعلیم پندرہ دنوں سے کم مدت میں مکمل کر لی تھی۔ ان کے علاوہ دوسرے متعدد صحابہ کرامؓ نے ملکی وسفارتی ضرورتوں کے تحت مختلف زبانوں کو بڑی مستعدی کے ساتھ سیکھا تھا۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے بعد رسول اکرم ﷺ نے بیرونِ عرب ملوک وسلاطین کو دعوت اسلام دینے کے لیے جو سفارتیں روانہ فرمائیں تھیں۔(۱۶) آپ ﷺ کے تمام سفراء ان زبانوں میں گفتگو کر سکتے تھے جن علاقوں میں انہیں بھیجا گیا تھا۔(۱۷)

مزید برآں چونکہ ''صیغہ سفارت'' تعلقات خارجہ کا اہم ترین عنصر ہے اس لیے منصب سفارت پر رسول اللہ ﷺ نے صرف ان ہی لوگوں کو تقرر فرمایا جو اس کا حق ادا کر سکتے تھے اور جیسا کہ بعد میں پیدا ہونے والے تاریخی نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تمام سفارتیں انتہائی کامیاب ثابت ہوئیں اور ان کی وجہ سے جہاں وقت کے جبر وظلم کے مقابلہ میں امن عالم کو فروغ ملا، وہاں اس کے ساتھ ساتھ داخلی امن کو بھی بہت تقویت پہنچی اور جس کے نتیجہ میں جلد ہی عرب کے گوشہ گوشہ سے سفارتیں دار الحکومت مدینہ آنے لگیں۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اطرافِ عالم میں جتنے سفراء بھی روانہ فرمائے، وہ آدابِ سفارت سے کماحقہ واقف اور صورتحال کے مطابق کاروائی کرنے میں ماہر تھے۔ روابط کے استحکام اور تعلقات کی بہتری کے سلسلے میں ہدایا اور تحائف کا بھیجنا بھی عالمگیر روایات میں شامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تحفے اور ہدایا کا تبادلہ نہ صرف یہ کہ دوست ممالک یا ہم خیال حکمرانوں سے ہی کیا۔(۱۸) بلکہ دشمن ممالک اور مخالفوں کو بھی ارسالِ ہدایا میں تکلف نہ برتا، مثلاً عمرو

بن امیہ ضمریؓ کو ابوسفیان بن حرب کے پاس مکہ میں ہدایا دے کر بھیجا۔(۱۹) علاوہ ازیں سفراء کا تقرر آپ ﷺ نے جنگ، صلح اور پرامن حالات ہر زمانے میں کیا۔(۲۰) ریاست کا یہ اندرونی استحکام رسالتِ مآب ﷺ کے خارجہ مقاصد کے حصول کے لیے انتہائی سودمند ثابت ہوا کیونکہ کوئی بڑی سے بڑی سلطنت بھی جو سخت اندرونی انتشار میں مبتلا ہوا کثر حقیر اور کمزور دشمنوں کا مقابلہ بھی نہیں کرسکتی تاریخِ عالم ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

اس حقیقت سے قطعاً انکار ممکن نہیں ہے کہ اسلام اپنا ایک منفرد اور ممتاز نظام رکھتا ہے جس کو بنیاد بنا کر بین الاقوامی تعلقات کے اصول وضع کئے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم کی تعلیمات، حضرت محمد ﷺ کی سیاستِ خارجہ کی روشنی میں اسلام کی خارجہ پالیسی کے جو اصول سامنے آتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱: دین کی سربلندی ۲: مساواتِ انسانی ۳: امن وامان کا قیام

۱۔ دین کی سربلندی:

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اس کا پیغام تمام بنی نوع انسان کے لیے سودمند ہے اور باعثِ ترقی بھی عالمگیر پیغام کو تمام انسانوں تک پہنچانے کی ذمہ داری اللہ نے مسلمانوں پر رکھی ہے۔ اسی خصوصیت کی بناء پر قرآن مجید میں انہیں ''خیرامت'' کے خطاب سے نوازا گیا ہے۔(۲۱)

چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ(۲۲)

ترجمہ: تم بہترین امت ہو لوگوں کی (بھلائی کے لیے) نکالے گئے ہو نیکی کا حکم دیتے ہو برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

قرآن کریم کی بیان کردہ تعلیمات کی روشنی میں اسلامی ریاست کی روشنی میں اسلامی ریاست کی اوّلین ذمہ داری ہے کہ وہ دین کی سربلندی کا ہر لمحہ خیال رکھے اور اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اس کی ادائیگی دیگر اقوام سے تعلقات قائم رکھنے

کا پہلا بنیادی مقصد اسی کو بنائے۔

۲۔ مساواتِ انسانی:

اسلام سے قبل انسانیت مختلف گروہوں اور جماعتوں میں بٹی ہوئی تھی اسلام نے تمام نسلی امتیازات کو ختم کر کے اعلان کیا: (۲۳)

ارشادِ ربانی ہے:

یَااَیُّھَاالنَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَا کُم مِّن ذَکَر وَّاُنثٰی وَجَعَلْنَا کُم شُعُوباًوَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِندَاللہِ اَتْقَا کُمْ (۲۴)

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہیں مختلف قوموں اور قبیلوں میں اس لئے بنایا تا کہ تمہاری شناخت ہو سکے۔ اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ سب انسانوں کی ابتداء یکساں ہے کوئی کسی سے نسلی طور پر برتر نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

الخلق عیال اللہ۔ (ترجمہ: مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔)

قرآن وحدیث کی تعلیمات سے جو اصول اخذ ہوتا ہے وہ مساواتِ انسانی ہے۔ لہذا اسلامی ریاست کے لئے لازمی امر ہے کہ وہ اسے اپنی خارجہ پالیسی کی بنیاد بنائے۔ اس پالیسی کو عملی جامہ پہنانے کے لیے طریقہ کار کی ضرورت ہے اس طریقہ کار کی وضاحت اور اس کی ذمہ داری کی ادائیگی کے لیے ہمارے سامنے حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس بہترین نمونہ ہے آپ ﷺ نے جملہ معاہدات وخطوط کے اندر اپنی اس پالیسی کو بنیاد بنایا اور مساوات انسانی کا درس دیا اور اسی بنیاد پر خارجہ تعلقات دیگر اقوام سے استوار کیے گئے۔

۳۔ امن وامان کا قیام:

اسلام امن کا داعی ہے اور داخلی وخارجی ہر سطح پر امن کے قیام کے لیے لازمی وبنیادی تعلیمات اسلام ہی کی تعلیمات سے اخذ ہوتی ہیں۔ (۲۵) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَا اَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوا ادْخُلُوافِی السِّلْمِ کَآفَّۃً (۲۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔

نیز ارشادِ ربانی ہے:

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَھُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الۡاَمۡنُ وَھُمۡ مُّھۡتَدُوۡن(۲۷)

ترجمہ: جو ایمان لائے اور پھر انہوں نے اپنے ایمان میں ظلم کی آمیزش نہیں کی انہی کے لئے امن ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔

ان آیات کے متفقہ مفہوم سے واضح ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام اس وقت تک معتبر اور قابلِ قدر نہیں ہے جب تک امن وسلامتی کو برقرار نہ رکھا جائے اور اس کے فروغ کے لیے کوشش نہ کی جائے۔ ارشادِ نبوی ہے:

"المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویدہٖ"

ترجمہ: مسلمان وہ ہے جس کے زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔

چنانچہ اسلامی ریاست کے لیے یہ لازمی امر گردانا جاتا ہے کہ امن کے قیام وفروغ کے سلسلہ میں داخلی اور خارجی سطح پر اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لائے۔

اسلام کی خارجہ پالیسی مذکورہ تینوں اصولوں کی بنیاد پر قائم کی جاتی ہے اور اسلامی ریاست کا بنیادی فریضہ ہے کہ وہ مساواتِ انسانی اور عالمی امن کے فروغ کو ہی بنیاد بنا کر اپنی خارجہ پالیسی وضع کرے۔(۲۸)

اسلامی مملکت کی خارجہ پالیسی اور اس کی بین الاقوامی ذمہ داریاں:

اسلام میں ریاستی تعلقات کے اصول مبادی جن پر جنگ اور امن کی حالت بھی اسلامی ریاست کے خارجی تعلقات قائم ہوتے ہیں، اور ان اصول کا قائم کرنا ریاست کی بین الاقوامی ذمہ داری بھی ہے، درج ذیل ہیں۔

ا۔ وحدت وتکریمِ انسانیت:

اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی ایک عالمی انسانی برادری قائم کرنے کی علمبردار ہو جو اقوامِ عالم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرے کیونکہ اسلام نسلِ انسانی کی وحدت کا پیغام لے کر آیا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

''كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فبَعَثَ الله ُالنَّبِيِّن مُبَشِّرِ ينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُم ُالْكِتَابَ بِالْحَقِ لِيَحكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيماَ اخْتَلَفُو افِيهِ''(۲۹)

ترجمہ: ابتداء میں سب لوگ ایک ہی طریقہ پر تھے (پھر یہ حالت باقی نہ رہی اور اختلافات رونما ہوئے) تب اللہ نے نبی بھیجے جو راست روی پر بشارت دینے والے اور کج روی کے نتائج سے ڈرانے والے تھے، اور اُن کے ساتھ کتاب برحق نازل کی تاکہ حق کے بارے میں لوگوں کے درمیان جو اختلافات رونماء ہوگئے تھے، اُن کا فیصلہ کرے۔

اسی طرح اسلام اپنے اصولوں پر قائم ہونے والی ریاست کے دیگر ریاستوں سے تعلقات اور اپنے مسلم اور غیر مسلم شہریوں کے باہمی تعلقات کی بنیاد رواداری، عدل و رحمت اور تکریم انسانیت کے اصولوں پر رکھتا ہے۔اسی طرح اسلام بین الاقوامی تعلقات گروہی، لسانی، نسلی، عصبیت سے بالاتر ہوکر خالص انسانی بنیادوں پہ قائم کرتا ہے۔حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے:''

لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَاإِلَى عَصَبِيَّةٍ''۔

ترجمہ: جس نے عصبیت کی طرف بلایا وہ ہم میں سے نہیں۔(۳۰)

۲۔ بین الاقوامی معاملات میں عدل اور معاہدات کی پاسداری:

ریاستی تعلقات کے میدان میں عدل کا تقاضہ ہے کہ معاہدات، مواثیق (عہد و پیماں) اور قراردادوں کی بنیاد عدل پر ہو سب کے ساتھ انصاف ہو اور اس کی بنیاد پر کوئی طاقتور کسی کمزور پر ظلم و زیادتی نہ کرے۔لہذا عدل واضح ترین خصوصیت ہے جس سے متعلق جملہ انسانی تعلقات میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے اور اس بارے میں احکام قرآن وسنت سے ثابت شدہ ہیں۔عدل دشمنوں کا ویسا ہی حق ہے جیسا کہ دوستوں کا حق ہے۔غیر مسلموں کی مسلمانوں سے عداوت اور زیادتی کے باوجود ان سے ناانصافی درست نہیں، بلکہ خارجہ پالیسی عدل وتقویٰ پر مبنی ہو۔(۳۱) ارشادِ الٰہی ہے:

''يَا أَيُّهَاالَّذِينَ آمَنُواْ قَوَّامِينَ لله شُهَدَاء بِالْقِسْطِ وَلاَيَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَيا أَلَّا تَعْدِلُو ا اعْدِلُواْ هُوَأَقْرَبُ لِلتَّقْوَى''۔(۳۲)

ترجمہ: ایمان والو! اللہ کے نام پر انصاف کے ساتھ گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ کسی قوم کی دشمنی تم کو اس امر پر نہ اُکسائے کی عدل کا دامن چھوڑ دو تم بہر حال انصاف کیا کرو یہ بات تقوی کے زیادہ قریب ہے۔

عدل، مساوات اور آزادی کی اقدار محض خواہشات ہی نہ رہیں بلکہ ضروری ہے کہ انھیں برسر زمین عملی صورت دی جائے اور افراد، ریاستوں، اداروں اور مختلف تنظیموں کے مابین معاملات کا زبردست تقاضا ہوتا ہے کہ ان اقدار کو معاہدوں کی صورت میں لایا جائے جو زمان و مکان کے حالات میں متعدد و متغیر عملی ،نفسیاتی ،اخلاقی قدروں سے بھرپور ہوں۔ قرآن حکیم وعدوں کے احترام، معاہدوں اور ذمہ داریوں کو کامل ترین صورت میں نبھانے کا صریح اور براہ راست حکم صادر کرتا ہے۔ اسلام نے عہد کو اخلاقی مرتبہ دے کر تاکیدی الفاظ کے ساتھ حکم نامہ (Mandatory) بنادیا ہے۔ اور اس اصول (معاہدات اور ذمہ داریوں کا امن و جنگ میں احترام) کا مسلمانوں کے غیر مسلموں کے تعلقات میں نبی کریم ﷺ کے مبارک دور سے لے کر آج تک ایک بلیغ اثر رہا ہے۔ (۳۳) ارشادِ ربانی ہے:

''وَاَوفُوا بِالعَهدِاِنَّ العَهدَ كَانَ مَسؤُ لًا'' (۳۴)

ترجمہ: عہد کی پابندی کرو بیشک عہد کے بارے میں تم کو جواب دہی کرنا ہوگی۔

اسلامی حکومت عہد و پیمان کا احترام کرے۔ (۳۵) اگر فریق ثانی معاہدہ کو پورا کرنے میں کوتاہی برت رہا ہے، اسی صورت میں اسلام یہ اجازت دیتا ہے کہ معاہد قوم کو فوراً اطلاع دے دی جائے کہ اب معاہدہ نہیں رہا۔ (۳۶) ارشادِ الٰہی ہے:

''وَاِمَّاتَخَافَنَّ قَومٍ خِيَا نَةً فَانبِذاِلَيهِم عَلىٰ سَوَا ءٍ اِنَّ اللهَ لاَيُحِبُّ الخَائِنِينَ'' (۳۷)

ترجمہ: اگر تجھے قوم کی دغابازی کا خوف ہو تو ان کے معاہدے کو علانیہ اس کے آگے پھینک دو۔ یقیناً اللہ دغابازوں کو پسند نہیں کرتا۔

یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ اسلام بدعہدی سے روکتا ہے ہاں اگر قوم کی خیانت کا علم ہوجائے تو ان کو برابری کا موقع دے کر معاہدے سے دست برداری اختیار کرلی جائے نیز قرآن مجید دھوکہ دہی، خیانت اور عہد شکنی سے منع کرتا ہے اور وضاحت کے ساتھ تاکید فرمائی گئی ہے۔ برابری کی بنیاد پر معاہدے اور مواثیق کی پاسداری داخلی اور خارجی تعلقات میں بنیادی عوامل شمار

ہوتی ہے نیز یہ اصول وضاحت کرتا ہے کہ یہ وفا اور اخلاقیات کا اصول محض شکلی اور قانونی پہلوؤں تک محدود نہیں ہوتا بلکہ وہ تعاون اور بقائے باہمی کی بنیاد کو راسخ کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

۳۔ غیر مسلم ریاستوں سے برابری کی بنیاد پر تعلقات:

اسلام اپنے پیروؤں کو نیکی، احسان اور انسانی تعلقات میں تمام انسانوں کے لیے معروف پر عمل کی ترغیب دیتا ہے سوائے ان کے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمن ہوں لیکن ان کے علاوہ غیر مسلموں سے (غیر محاربین امن پسند غیر مسلم) دینِ اسلام ان کے ساتھ احسان کرنے سے منع نہیں کرتا، جب تک وہ پرامن اور صلح جو رہیں۔

اسلامی ریاست کا دیگر ریاستوں کے ساتھ تعلقات کے حوالے سے ایک اہم اصول یہ ہے جسے امام سرخسی نے شرح السیر الکبیر میں بیان کیا ہے:

"ا لأمر بيننا وبين الكفار مبنى على المجازات".

ترجمہ: ہمارے اور غیر مسلموں کے درمیان تعلقات مجازات کی بنیاد پر ہوں گے۔

حضرت عمرؓ کے دور میں یہ طے کیا گیا تھا کہ جو رویہ و معاملہ کوئی ریاست ہمارے ساتھ رکھے گی ویسا ہی رویہ ہم اس کے ساتھ رکھیں گے۔ اسی اصول کی بنیاد پر امام سرخسی نے یہ اصول دیا کہ اسلامی ریاست اور غیر مسلم ریاستوں کے درمیان تعلقات مجازات کے اصول پر ہوں گے۔ جیسا معاملہ وہ ہمارے ساتھ رکھیں گے ویسا ہی معاملہ ہم ان کے ساتھ رکھیں گے۔ اس اصول کی بنیاد پر پروٹوکول، تجارت، سفارت، سفر کی سہولتوں اور دیگر مرعات کے معاملات طے کیے جاسکتے ہیں۔

۴۔ عالمِ اسلام کے مفادات کا تحفظ:

اسلامی حکومت اس بات کا خیال رکھے کہ غیر مسلم حکومت سے اس قسم کے معاہدات نہ کرے جس سے کسی دوسری اسلامی ریاست یا مسلمانوں کے مفادات مجروح ہوتے ہوں۔ (۳۸) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"لَّا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ" (۳۹)